وہ بہت شوق سے انیلا کو مہندی کے تھال میں موم بتیاں سجاتے ہوئے دیکھ رہی تھی کہ عقب سے اس کی چوٹی کھینچ کر بولا۔

"تمہیں ماموں جان بلا رہے ہیں۔"

"ڈیڈی کہاں ہیں؟" اس نے فوراً اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"ادھر لان میں اور ذرا سنبھل کر جانا۔ بہت غصے میں ہیں ماموں جان۔" شوبی نے آواز رعب دار بنا کر اسے ڈرایا تو وہ سچ مچ سہم گئی۔

"واقعی کیا کہہ رہے تھے؟"

"کہہ رہے تھے بلاؤ نیہاں کو میں ابھی اس کی خبر لیتا ہوں۔ آنکھیں لال سرخ ہو رہی تھیں ان کی اور..."

"جی نہیں ڈیڈی کو اتنا غصہ نہیں آتا۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔" وہ کہتی ہوئی کمرے سے نکل کر لاؤنج میں آئی تو ڈیڈی خاصے خوشگوار موڈ میں پھوپھو اور انکل سے باتیں کر رہے تھے اور وہ جو شوبی کو جھٹلانے کے باوجود اندر ہی اندر خائف تھی۔ مطمئن ہو کر بولی۔

"جی ڈیڈی! آپ نے بلایا ہے۔"

"ہاں ہاں۔ آؤ یہاں میرے پاس بیٹھو اور بتاؤ کہ تمہارا کیا پروگرام ہے۔" ڈیڈی نے کہا تو وہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے ان کے پاس بیٹھ کر پوچھنے لگی۔

"کیسا پروگرام؟"

"وہ شوبی کہہ رہا تھا کہ تم ابھی یہیں رہنا چاہتی ہو۔"

"نہیں تو میں نے تو شوبی سے ایسی کوئی بات نہیں کی۔" اس کی صاف گوئی پر پھوپھو مسکراتے ہوئے بولیں۔

"شوبی ہمیشہ الٹی بات کرتا ہے۔ اصل میں میں صبح انیلا سے کہہ رہی تھی کہ نیہاں کو ابھی میں نہیں جانے دوں گی۔ اتنے عرصے بعد بلکہ اپنے ہوش میں تو نیہاں پہلی بار یہاں آئی ہے۔ کچھ عرصہ تو رہے۔ کیوں بیٹا! رہو گی ناں ہمارے پاس؟" پھوپھو نے اسے مخاطب کیا تو وہ اپنا دامن بچاتے ہوئے بولی۔

"ڈیڈی سے پوچھ لیں۔"

"یہ منع نہیں کریں گے۔" پھوپھو نے یقین سے کہہ کر ڈیڈی کو دیکھا تو وہ ان کی تائید کرتے ہوئے بولے۔

"ہاں بیٹا! میں آپ کی پھوپھو کی بات نہیں ٹال سکتا۔ آپ رہنا چاہو تو ابھی بتادو تاکہ میں آپ کی سیٹ کینسل کروا دوں۔" اس نے جواب دینے سے پہلے



نگہت عبداللہ

صبح کی مسافت سے

مکمل ناول

پھوپھو کو دیکھا پھر اٹھ کر ان کے پاس جا بیٹھی اور ان کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے بولی۔
"پی ڈیڈی! میں ابھی پھوپھو کے پاس رہوں گی۔"
"مجھے پتا تھا۔ میری بچی انکار نہیں کرے گی۔" پھوپھو نے پیار سے اس کا گال تھپکا پھر ڈیڈی سے کہنے لگیں۔ "تم کب تک پردیس میں رہو گے۔ ماشاء اللہ اولاد جوان ہو گئی ہے اب یہیں آجاؤ۔"
"ہاں سوچتا تو میں بھی ہوں۔ اب دیکھیں۔ کب تک ہوتا ہے۔ اصل میں وہاں بزنس جما ہوا ہے اور یہاں نئے سرے سے۔" ڈیڈی تفصیل سے شروع ہو گئے تھے اس لیے وہ وہاں سے اٹھ کر دوبارہ کمرے میں آ گئی اور انیلا کے قریب گھٹنے ٹیکتے ہوئے بولی۔
"کتنا بدتمیز ہے شوبی۔ مجھے ڈرا کے رکھ دیا۔"
"تم نے اس کی بات کا یقین ہی کیوں کیا؟" انیلا ابھی بھی مہندی کے تھال پر جھکی ہوئی تھی۔
"تو کیا وہ ہمیشہ ایسے کرتا ہے۔"
"ہوں، ڈیڈی کیا کہہ رہے تھے ماموں جان۔"
"وہ جانے کا پوچھ رہے تھے۔ لیکن میں ابھی یہیں رہوں گی۔" اس نے بتایا تو انیلا خوشی سے چلائی۔
"سچ!"
"ہاں اور اب تو میں مہمان نہیں رہی ناں؟ اب یہ کام مجھے کرنے دو۔" وہ اپنے ساتھ مہمانوں والے سلوک سے حقیقتاً بور ہو گئی تھی۔
"یہ کام ختم ہو گیا۔ اسے رہنے دو۔" انیلا نے تھال گھسیٹ کر کونے میں رکھ دیا پھر اٹھتے ہوئے بولی۔
"تمہیں کام کرنے کا اتنا ہی شوق ہے تو یہ ساری چیزیں سمیٹ دو۔ میں تب تک استری کر لوں۔ لاؤ، تم اپنے کپڑے بھی دے دو۔"
"نہیں میں خود کر لوں گی۔" وہ سہولت سے منع کر کے کارپٹ پر پھیلی چیزیں سمیٹنے لگی۔ اس کام سے فارغ ہو کر کپڑے کا دوپٹہ استری کر کے لیے سجیلہ کے کمرے کا رخ کیا۔
سجیلہ کو کسی خاتون نے ابٹن لگا کے ساتھ سرگوشیوں میں اس سے جانے کیا باتیں کر رہی تھیں۔ اس نے سننے کی کوشش نہیں کی البتہ ابٹن لگتے ہوئے شوق سے دیکھنے لگی تھی کہ انیلا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا اور اس کے دوسرے بازو میں دبے کپڑوں کو دیکھ کر پوچھنے لگی۔
"یہ پہنو گی؟"
"ہاں مِی نے کہا تھا۔ مہندی میں گرین کلر پہننا ضروری ہوتا ہے کیا کہ سب گرین کپڑے پہنیں۔"
اس کے سادگی سے پوچھنے پر انیلا نے بغور اسے دیکھا پھر کہنے لگی۔
"تم ناروے کے بجائے شہداد کوٹ سے آئی لگتی ہو۔"
"کیا مطلب؟"
"کوئی مطلب نہیں۔ چلو استری کرو۔" انیلا اسے کپڑے اٹھا کر چلی گئی۔ تو وہ کچھ حیران سی ہو کر اس کے پیچھے دیکھتی رہ گئی۔

♥ ♡ ♡ ♥

وہ اس وقت آٹھ نو سال کی تھی جب ڈیڈی اپنی فرم کی طرف سے دو سال کے ایگریمنٹ پر ناروے گئے تھے۔ پھر یہ مدت پوری ہونے کے بعد انہوں نے واپس آنے کے بجائے ایک انگلش فرم جوائن کر لی اور اسے اور مِی کو بھی اپنے پاس بلا لیا تھا۔ یوں دس گیارہ سال کی عمر میں وہ ناروے گئی تھی تو اس کے بعد اب پھوپھو کے بہت اصرار پر ان کی بیٹی سجیلہ کی شادی میں ڈیڈی اسے لے کر آئے تھے۔ ایک طویل عرصے بعد اپنے عزیزوں میں آ کر وہ بہت خوش تھی اور خصوصاً شادی کی رسومات اس کے لیے بالکل نئی تھیں اس لیے ہر ہر موقعے پر حیران ہونے کے ساتھ وہ بہت انجوائے بھی کر رہی تھی۔ ڈھولک کے ساتھ حلق پھاڑ کر گاتی ہوئی لڑکیوں کے درمیان بیٹھ کر اس نے تالیاں پیٹ پیٹ کر اپنے ہاتھ سرخ کر لیے تھے پھر رات میں سجیلہ کے سامنے اپنی ہتھیلیاں پھیلا کر بولی۔
"بہت جلن ہو رہی ہے سجیلہ آپی! کیا کروں؟"
"اف یہ تم نے کیا کیا۔" سجیلہ نے اس کی کلائیاں تھام لیں۔
"مجھے گانا نہیں آتا تھا ناں۔"
"تو اس کا یہ مطلب تھوڑی تھا کہ تم۔" سجیلہ نے سر جھٹکا پھر اٹھتے ہوئے بولی۔ "رکو، کولڈ کریم لگا دیتی ہوں۔"
"صبح تک ٹھیک ہو جائیں گے ناں؟" اس نے اپنے ہاتھ جھٹکتے ہوئے پوچھا۔
"ہاں لیکن پھر ایسی حماقت نہیں کرنا۔" سجیلہ دوبارہ اس جگہ آ کر بیٹھی اور اس کی کلائی پکڑ کر ہاتھ سیدھا کرنے کو کہا پھر اس پر بہت نرمی سے کولڈ کریم لگانے لگی۔ تب ہی شوبی اسے ڈھونڈتا ہوا اندر آیا تو پہلی نظر اس کے ہاتھ پر پڑی حیران ہو کر بولا۔
"ہائیں! یہ مہندی سفید کب سے آنے لگی؟"
"یہ مہندی نہیں کولڈ کریم ہے۔" اس کا انداز ایسا تھا جیسے کسی بچے کو سمجھایا جائے جس پر سجیلہ بے ساختہ ہنسی پھر شوبی کو دیکھ کر بولی۔
"سمجھے شوبی! یہ مہندی نہیں کولڈ کریم ہے۔"
"جی بہت اچھی طرح لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا۔" شوبی نے آنکھوں سے اس کی طرف اشارہ کیا تو سجیلہ اس کا گال چھو کر بولی۔
"بہت سادہ اور معصوم ہے۔"
"حیران کن۔" شوبی نے ذرا سے کندھے اچکائے پھر ایک دم یاد آنے پر کہنے لگا۔ "لاحول ولا میں یہاں باتوں میں کھڑا ہو گیا، چلو نیہاں! آذر بھائی ہمیں آئس کریم کھلانے لے جا رہے ہیں۔"
"سچ۔" وہ فوراً کھڑی ہو گئی۔ "سجیلہ آپی! آپ بھی چلیں گی؟"
"نہیں تم جاؤ۔" سجیلہ نے کہا تو وہ شوبی کے ساتھ اس کے کمرے سے نکل آئی۔
"کہاں ہیں آذر بھائی؟"
"باہر گاڑی میں، انیلا بھی ہے۔ تم چلو، میں آتا ہوں۔" شوبی کہتا ہوا راہداری میں مڑ گیا۔ تو وہ بھاگتی ہوئی لاؤنج سے نکل کر برآمدے میں آئی۔ پھر سیڑھیاں اتر کر اسی رفتار سے گیٹ کی طرف بڑھ رہی تھی کہ باڑھ میں دوپٹہ الجھنے سے اس کی گردن کو ہلکا سا جھٹکا لگا۔ جس سے اس کے قدم آپ ہی آپ رک گئے۔ پلٹ کر دیکھا تو ایک ہاتھ اس کے دوپٹے کو باڑھ سے نکالتا نظر آیا۔
"کون؟" اس نے ہاتھ سے آگے دیکھنا چاہا لیکن تاریکی میں کچھ نظر نہیں آیا۔ تب بے حد گھبرا کر اس نے دوپٹہ کھینچ لیا اور بھاگ کر گیٹ سے باہر آ گئی تو انیلا اور آذر کو دیکھ کر جہاں کچھ ڈھارس بندھی وہاں الجھ بھی گئی۔
"سنو، وہاں کون ہے؟"
"کہاں؟" انیلا نے گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے سوالیہ نظروں سے دیکھا تو وہ اندر کی طرف اشارہ کر کے بولی۔
"وہاں باڑھ کے اس طرف۔"
"چڑیل۔" انیلا سے پہلے آذر بول پڑا۔ "کہیں تم نے اسے چھیڑ تو نہیں دیا۔"
"نہیں، میں۔" وہ خائف سی بس اسی قدر کہہ سکی۔
"افوہ تم تو بہت ہی بیوقوف ہو۔ کوئی چڑیل وڑیل نہیں ہے چلو بیٹھو۔" انیلا نے اسے کھینچ کر گاڑی میں بٹھایا پھر خود بیٹھ کر دروازہ بند کر لیا۔
"شوبی کہاں رہ گیا؟" آذر نے اس سے پوچھا تب ہی شوبی آ گیا۔
"چلیں بھائی! سیدھا طارق روڈ۔" شوبی نے کہا پھر گاڑی میں بیٹھتے ہی کیسٹ آن کر دیا۔
"تمہیں یہاں آ کر کیسا لگ رہا ہے؟" کچھ دیر بعد انیلا نے اس کی خاموشی محسوس کر کے اس کا دھیان بٹانے کی غرض سے پوچھا تو وہ جو ابھی تک اس ہاتھ میں الجھی تھی چونک کر بولی۔
"ہاں۔ اچھا لگ رہا ہے اسی لیے تو میں ابھی ڈیڈی کے ساتھ نہیں جا رہی۔ مجھے اپنی خالہ اور ماموں سے بھی ملنا ہے۔ سجیلہ آپی کی شادی ہو جائے پھر جاؤں گی ان کے پاس۔"
"مجھ سے کوئی امید نہیں رکھنا میں تمہیں کہیں

نہیں لے جاؤں گا۔" شبی نے اسی وقت جتا دیا۔

"مجھے کوئی شوق نہیں ہے تمہارے ساتھ جانے کا اور یاد رکھنا کبھی تم نا روئے آؤ گے تو میں تمہارے ساتھ اس سے بھی برا سلوک کروں گی۔" اس کی بات پر شبی زور سے ہنسا تو آذر اسے ٹوکتے ہوئے بولا۔

"شبی! یہ کیا بدتمیزی ہے۔ تمہیں کم از کم اس کے مہمان ہونے کا خیال ضرور کرنا چاہیے۔"

"ارے نہیں آذر بھائی! میں اس کی باتوں کا برا تو نہیں مانتی۔" وہ شبی کی ناراضگی کے خیال سے فوراً بول پڑی۔ تو انیلا نے اسے دیکھ کر یوں کندھے اچکائے جیسے پتا نہیں کیا چیز ہے۔

اور وہ کوئی نہ سمجھ میں آنے والی تو نہیں تھی۔ بناوٹ سے پاک سیدھی سادی عام سی لڑکی اور شاید اس کی سادگی ہی سب کو کھٹک رہی تھی۔ کیونکہ باہر رہنے والوں کا تصور اس کے بالکل برعکس ہوتا ہے۔ الٹرا ماڈرن، پُراسرار اور اپنے ہر انداز سے سب کو مرعوب کرتا۔ جبکہ اس میں ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ جب ہی سب حیران تھے۔

پھر اگلے روز سعیدہ کی رخصتی کے بعد جب سب مہمان بھی رخصت ہو گئے تو اس نے جلدی سے کپڑے بدل کر کچن کا رخ کیا۔ کیونکہ جانتی تھی کہ ڈیڈی کافی کے انتظار میں ہوں گے اور ابھی اس نے چولہا جلایا تھا کہ انیلا پکارتی ہوئی آگئی۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"

"ڈیڈی کے لیے کافی بناؤں گی۔" اس نے جواب دینے کے ساتھ کیتلی میں پانی ڈال کر چولہے پر رکھ دی۔

"اور یہ تم نے کپڑے کیوں بدل لیے ابھی تو ہم نے تصویریں کھنچوانی تھیں چلو جاؤ تم وہی کپڑے پہنو۔ کافی میں بنا دیتی ہوں۔" انیلا نے اسے چولہے کے پاس سے ہٹنے کا اشارہ کیا تو وہ عاجزی سے بولی۔

"نہیں انیلا! اب موڈ میں بھی نہیں رہا ہے۔ تصویریں پھر کسی دن۔"

"پھر آذر بھائی کا موڈ بدل جائے گا تو وہ کیمرہ بھی نہیں دیں گے۔" انیلا نے اسے دھکیل کر کچن سے باہر نکالا تو وہ کمرے میں جانے کے بجائے چپکے سے برآمدے میں نکل آئی جہاں آذر کیمرہ لیے کھڑا تھا۔

"آذر بھائی! میں ایسے ہی ٹھیک ہوں۔ میرا مطلب ہے اس حلیے میں بری تو نہیں لگ رہی ناں؟" آذر نے سر تا پا اسے دیکھا پھر مسکرا کر بولا۔

"تم بری لگ ہی نہیں سکتیں۔ آؤ یہاں بیٹھو انیلا کے آنے سے پہلے میں تمہاری ایک تصویر بنا لوں۔"

وہ بے حد لاپروائی سے برآمدے کی سیڑھیوں پر بیٹھ گئی۔ تو آذر نے کیمرے کی آنکھ سے اسے دیکھا۔ اس کے سادہ چہرے پر بڑی دلکشی تھی۔ اس نے فوراً بٹن دبا کر اس کا یہ روپ اپنے کیمرے میں محفوظ کیا پھر اس کے قریب آ کر پوچھنے لگا۔

"تمہیں یہاں آئے کتنے دن ہو گئے ہیں؟"

"ایک ہفتہ، کیوں؟" وہ جواب کے ساتھ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"ایک ہفتہ یعنی سات دن۔" آذر نے حیرت کا اظہار کیا پھر اچانک اس کی آنکھوں میں جھانک کر دھیرے سے بولا "اور میں تمہیں آج دیکھ رہا ہوں۔"

"آپ..." کچھ کہنے کی کوشش میں اس کے ہونٹ نیم وا ہو کر رہ گئے۔ کیونکہ آذر کی آنکھوں سے چھلکتے جذبوں نے اس کی قوت گویائی چھین لی تھی۔ مزید اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر وہ اس کے اندر ہلچل مچاتا ہوا جانے کس سمت نکل گیا تھا۔

"میرے خدا!" وہ اپنی دھڑکنوں پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگی اور ابھی کامیاب نہیں ہوئی تھی کہ انیلا آگئی۔

"ہائیں! تم یہاں بیٹھی ہو اور وہ آذر بھائی کہاں ہیں؟"

"پتا نہیں۔" اس نے نظریں چرا کر لاعلمی کا اظہار کیا۔ تو انیلا ناراضگی سے کہنے لگی۔

"عجیب ہیں آذر بھائی بھی۔ ذرا سی دیر میں موڈ بدل جاتا ہے ان کا حالانکہ خود کہا تھا انہوں نے کہ چند تصویریں بچی ہیں تم لوگ آجاؤ اور دیکھو خود ہی غائب بھی ہو گئے۔" وہ کیا کہتی خاموشی سے دیکھتی رہی تو انیلا

جانے کیا سمجھی فوراً معذرت کرتے ہوئے بولی۔

"سوری! میں تم پر ناراض نہیں ہو رہی۔ چلو اٹھو چلتے ہیں۔" وہ اسی خاموشی سے اٹھ کر اس کے ساتھ چل پڑی۔

اگلے دن ڈیڈی کو واپس جانا تھا۔ وہ اس بہانے سارا دن ان کے ساتھ لگی رہی کتنی بار ان کا سوٹ کیس کھول کر ساری چیزیں نکالیں اور پھر دوبارہ سے رکھیں۔ مقصد خود کو مصروف ظاہر کرنا تھا۔ اصل میں وہ آذر کا سامنا ہونے سے گھبرا رہی تھی۔ کس خوب صورتی سے اس کے جذبوں کو چھیڑ گیا تھا کہ اس کے بعد جب وہ سونے کے لیے لیٹی تھی تو کتنی دیر تک اسے نیند نہیں آئی تھی۔

"ہاں تو بیٹا! پھر آپ کا کب تک یہاں رہنے کا پروگرام ہے؟" جانے سے پہلے ڈیڈی نے اس سے پوچھا تو وہ شبی کو دیکھ کر شرارت سے بولی۔

"جب تک یہاں کا موسم خوشگوار رہے گا۔"

"پھر تو تم سارا وقت اسی چکر میں رہو گی کہ ایک دن سامان باندھو گی اور دوسرے دن کھولو گی کیونکہ یہاں ہر روز موسم بدلتا ہے۔" انیلا نے کہا تو پھوپھو اسے ٹوک کر ڈیڈی سے کہنے لگیں۔

"فکر کیوں کرتے ہو۔ اپنے ہی گھر میں ہے۔ اتنی جلدی میں اسے نہیں بھیجوں گی۔"

"وہ تو ٹھیک ہے آپا لیکن اس کی ماں۔"

"اس کی ماں کو تم سمجھا دینا۔" پھوپھو نے بات ختم کرتے ہوئے کہا۔ "چلو شبی! سامان گاڑی میں رکھو فلائیٹ کا ٹائم ہو رہا ہے۔"

"اوکے بیٹا!" ڈیڈی نے اسے ایک بازو کے حلقے میں لے لیا تو وہ آہستہ سے بولی۔

"ممی سے کہہ دیجیے گا میں جلدی آؤں گی۔" ڈیڈی نے مسکرا کر اس کی پیشانی چومی پھر پھوپھو اور آذر کے ساتھ باہر نکل گئے تو وہ انیلا کے ساتھ لان میں آبیٹھی۔ شام ابھی پوری طرح نہیں اتری تھی اور بادلوں کی وجہ سے دھوپ بھی نہیں تھی۔ اس لیے سہ پہر پر شام کا گمان ہو رہا تھا۔

"سجیلہ آپی کے جانے سے گھر سونا ہو گیا ہے۔" انیلا چاروں اور نظریں دوڑا کر کہنے لگی۔ "وہ تو شکر ہے تم موجود ہو ورنہ میں بہت زیادہ محسوس کرتی۔"

"ہوں ویسے تمہاری کیا مصروفیات ہیں؟"

"میں انگلش میں ماسٹرز کر رہی ہوں بس یونیورسٹی جانا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اور کہیں نہیں۔ کبھی کبھار امی خالہ یا ماموں کے گھر لے جاتی ہیں۔" انیلا کے بتانے پر اسے بھی یاد آگیا۔ فوراً بولی۔

"ہاں مجھے بھی اپنی خالہ اور ماموں سے ملنا ہے۔"

"ابھی تو یہیں ہو اطمینان سے جانا کسی دن۔" انیلا نے کہا تب ہی لالی کا دروازہ کھول کر پھوپھو نے اسے پکار کر اس کے فون کا بتایا تو وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

"میں ابھی آتی ہوں یا اگر تم اندر چلنا چاہو تو۔"

"نہیں یہیں ٹھیک ہے۔ تم جاؤ فون اٹینڈ کرو۔" وہ کہہ کر اوپر بادلوں کی آنکھ مچولی دیکھنے لگی۔ کچھ سرمئی کچھ سفید بادل ایک دوسرے کا تعاقب کرتے ہوئے بڑے بھلے لگ رہے تھے۔ اس کی نظریں دور تک ان کے ساتھ سفر کرتی رہیں پھر جب گردن میں درد ہونے لگا تب اس نے سر نیچے کیا اور ایک ہاتھ سے ہلکے ذرا سا گردن کو دبایا پھر اندر جانے کے خیال سے کھڑی ہوئی تو باڑھ کے اس طرف لہراتی سفید چادر نے اس کی توجہ کھینچ لی۔ اس کے ساتھ ہی اسے اس رات کا واقعہ یاد آیا جب اس کا دوپٹہ الجھ گیا تھا اور بالکل غیر ارادی طور پر وہ دھیرے دھیرے اس طرف بڑھنے لگی۔ باڑھ کے قریب رک کر اس نے غور کیا تو وہ بھی اس کوٹھی کا حصہ تھا۔ شاید انیکسی یا پھر دو کمرے الگ کر کے کرائے پر دیے گئے تھے سامنے چھوٹا سا لان نظر آرہا تھا۔ اس نے سوچا پکار کر پوچھے کوئی ہے لیکن پھر اپنی سوچ کی نفی کر کے وہ باڑھ میں راستہ تلاش کرنے لگی چند قدم آگے آتے ہی راستہ مل گیا [illegible] تو وہ ادھر مطمئن ہو گئی۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور

ایک ادھیڑ عمر عورت اسے دیکھتے ہی کچھ خائف سی ہو کر بولی۔

"کون کون ہو تم؟"

"یہاں!" وہ مسکرائی۔ "اندر آجاؤں؟"

"ہاں لیکن تم آئی کہاں سے ہو؟" خاتون کی گھبراہٹ وہ کچھ سمجھ نہیں پا رہی تھی جب ہی اطمینان سے باڑھ کی طرف اشارہ کر کے بولی۔

"وہاں سے۔" اس کے ساتھ ہی اندر داخل ہو کر کمرے کا جائزہ لینے لگی دو فولڈنگ پلنگ ایک اس دیوار کے ساتھ دوسرا اس دیوار کے ساتھ۔ درمیان میں ایک میز جس پر چند کتابیں رکھی تھیں اور مغربی دیوار کے ساتھ ریک میں بے شمار کتابیں، فائلیں اور جانے کیا کچھ۔ ان سے نظریں ہٹا کر اس نے کچھ اور دیکھنا چاہا لیکن اور کچھ نہیں تھا۔ تب خاتون کی طرف متوجہ ہو کر وہ یہی کہہ گئی۔

"آپ کا گھر ہے؟"

"نہیں۔ تم کون ہو؟" انہوں نے مختصر جواب کے ساتھ پوچھا تو وہ ایک پلنگ کے کنارے قدرے تکلف سے بیٹھتے ہوئے بولی۔

"میں انیلا کی ماموں زاد ہوں۔ انیلا کو تو جانتی ہوں گی آپ؟" خاتون نے اثبات میں سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

"پھر آپ آئیں کیوں نہیں۔ میرا مطلب ہے سجیلہ آپی کی شادی میں۔"

"بڑے لوگوں کی شادی میں ہمارا کیا کام۔" خاتون غالباً بے اختیار بولی تھیں جب ہی گھبرا گئیں پھر اپنے آپ وضاحت کرنے لگیں۔ "انہوں نے تو بلایا تھا۔ بہت اصرار سے لیکن میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ بہت تیز بخار ہو گیا تھا۔ اس لیے نہیں جا سکی۔"

"چلیے اب آئیے گا۔" وہ کہتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی پھر جاتے جاتے رک کر پوچھنے لگی۔ "آپ یہاں اکیلی رہتی ہیں۔"

"نہیں میرا۔" بات ان کے ہونٹوں میں تھی کہ اچانک عقب سے کسی نے انہیں پکارا تھا۔

"اماں!"

وہ بے اختیار پلٹی اور پھر قدرے سہم کر الٹے قدموں دھیرے دھیرے پیچھے ہٹنے لگی۔ کیونکہ دروازے میں ایستادہ وہ پیشانی پر شکنیں لیے انتہائی ناگواری سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"یہ آذر کی ماموں زاد ہے۔" اماں نے اس خیال سے فوراً تعارف کرایا کہ کہیں وہ کچھ الٹا سیدھا نہ بول دے اور وہ کچھ بولا تو نہیں لیکن خاصے جارحانہ انداز میں اس دروازے سے ہٹ کر سامنے والے دروازے سے نکل کر جانے کہاں غائب ہو گیا تو اماں عاجزی سے بولیں۔

"تم جاؤ بیٹی! اور آئندہ اس طرف نہیں آنا۔" وہ پوچھنا چاہتی تھی کیوں لیکن اس کے دوبارہ آجانے کے خیال نے رکنے ہی نہیں دیا۔ تیز قدموں سے باہر نکلی پھر بھاگتی ہوئی باڑھ پھلانگ کر اس طرف آئی تو اس کا دل بہت بری طرح دھڑک رہا تھا۔ کچھ دیر وہیں رک کر خود پر قابو پایا پھر اندر آئی تو انیلا کچن میں سے اسے دیکھ کر ٹھٹکنے لگی۔

"میں نے سوچا چائے ہی بنا لوں۔ بس ابھی لے کر آرہی تھی۔"

"چلو یہاں لے آؤ۔" وہ لاؤنج میں ہی صوفے پر ڈھے گئی اور اپنا دھیان بٹانے کی غرض سے ریموٹ اٹھا کر ٹی وی آن کر دیا۔ کوئی سندھی پروگرام تھا وہ نہ سمجھنے کے باوجود نظریں جما کر بیٹھ گئی۔ انیلا چائے لے کر آئی اور ایک کپ اسے تھما کر بیٹھی تو ٹی وی دیکھ کر بے ساختہ ہنستے ہوئے بولی۔

"تم واقعی شہداد کوٹ سے آئی لگتی ہو۔" اس نے ٹھیک سے سنا نہیں جب ہی مسکرا کر رہ گئی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

پھر اگلے روز سے اس گھر کی اپنی روٹین شروع ہو گئی۔ صبح ناشتے کے بعد سب سے پہلے انیلا یونیورسٹی کے لیے نکلتی اس کے کچھ دیر بعد شوبی پھر انکل اور آذر دس بجے کے قریب ایک ساتھ جاتے تھے تو وہ سہ پہر تک ایک طرح سے اکیلی ہی ہو جاتی تھی۔ کیونکہ سارا وقت پھوپھو کے ساتھ تو نہیں لگی رہ سکتی تھی۔ بس کچن کے کاموں میں ان کا ہاتھ بٹا دیتی۔ اس کے بعد اس کمرے سے اس کمرے میں جھانکتی پھرتی۔ یوں چند دنوں ہی میں وہ بور ہو گئی۔ خالہ کے گھر جانے کا کہتی تو شوبی کسی کام کا بہانہ کر کے کہیں نکل جاتا اور آذر کو تو آفس سے آنے میں ہی بہت دیر ہو جاتی تھی۔ کیونکہ اس نے اور انکل نے ابھی چند مہینے پہلے اپنا بزنس شروع کیا تھا۔ بہرحال کچھ دن تو اس نے خود ہی آذر سے کہنے سے گریز کیا کہ وہ تھکا ہارا آتا ہے پھر کہاں اسے لے کر جائے گا۔ لیکن جب شوبی کسی طرح ہاتھ نہیں آیا تب مجبوراً اسے آذر سے ہی کہنا پڑا۔

اس وقت کھانے کے بعد وہ حسب عادت کچھ دیر ٹہلنے کی غرض سے لان کی طرف نکلا تھا اور وہ اسی انتظار میں تھی۔ اس کے پیچھے چلی آئی۔

"آذر بھائی! مجھے اپنی خالہ کے گھر جانا ہے۔" اس نے کہا تو وہ رک کر اسے یوں دیکھنے لگا جیسے سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو کہ آیا وہ اسے اطلاع دے رہی ہے یا اجازت طلب کر رہی ہے۔ جبکہ یہ دونوں باتیں نہیں تھیں۔

"بتائیں ناں کیسے جاؤں؟" وہ اس کے دیکھنے سے الجھ کر بولی۔ تو وہ چونک کر اپنے قیاس پر ذرا سا ہنسا پھر کہنے لگا۔

"شوبی سے کہو وہ لے جائے گا۔"

"اس سے تو میں کہہ کہہ کر تھک گئی ہوں۔ آپ لے جائیں ناں۔"

"میں۔" اس نے ایک لحظہ رک کر سوچا پھر وہی ٹالنے والا انداز۔ "ہاں لے جاؤں گا کسی دن۔"

"کسی دن کرتے کرتے تو ناروے پہنچ جاؤں گی اور اگر ایسا ہوا تو ممی مجھے بہت ڈانٹیں گی کہ میں اپنے ننھیال والوں سے نہیں ملی۔" وہ زچ ہو کر بولی۔

"پھر کیا کیا جائے۔ تم اپنی خالہ کو فون کر کے یہاں کیوں نہیں بلاتیں۔" آذر کا مشورہ اسے بالکل پسند نہیں آیا۔

"نہیں یہ بہت بری بات ہے۔ میں اتنے دنوں سے آئی ہوئی ہوں۔ مجھے خود ان کے پاس جانا چاہیے۔"

"یہ کوئی ضروری تو نہیں ہے۔ خیر اگر تم ایسا سمجھتی ہو تو میں کل آفس سے جلدی آنے کی کوشش کروں گا بلکہ تم تیار رہنا میں کل ضرور تمہیں لے جاؤں گا۔" اس کے یقین دلانے پر وہ ایک دم خوش ہو گئی۔

"تھینک یو۔ تھینک یو آذر بھائی۔"

"اوں ہوں۔" اس کے بھائی کہنے پر اس نے برا سا منہ بنایا پھر انگلی سے اندر کی طرف اشارہ کر کے رعب سے بولا۔ "چلو اندر جاؤ۔"

"ڈانٹ کیوں رہے ہیں۔" وہ خائف نظروں سے اسے دیکھتی ہوئی بھاگ کھڑی ہوئی تھی۔

اس کا ارادہ خالہ کے گھر کچھ دن رہنے کا تھا۔ اس لیے اگلے دن سب کے جاتے ہی اس نے پہلے اپنا بیگ تیار کیا۔ اس کے بعد پھوپھو کے پاس آ کر بیٹھی اور انہیں بتایا کہ شام میں آذر کے ساتھ خالہ کے گھر جائے گی تو پھوپھو کچھ حیرت سے بولیں۔

"آذر کے ساتھ؟ وہ تو بہت دیر میں آتا ہے اور تھکا ہوا بھی ہوتا ہے۔ تم شبلی کے ساتھ کیوں نہیں چلی جاتیں۔"

"شبلی نہیں لے جا رہا۔ بس میں آذر بھائی کے ساتھ ہی جاؤں گی اور ہاں پھوپھو! میں کچھ دن وہیں رہوں گی، یہاں تو میں بور ہو گئی ہوں۔"

"ہائیں! پھوپھو کے پاس تمہارا دل نہیں لگتا؟" پھوپھو نے فوراً ٹوکا تو وہ ان کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے بولی۔

"یہ بات نہیں ہے پھوپھو! سب کے جانے کے بعد جو اتنی خاموشی چھا جاتی ہے اس سے میں بور ہوتی ہوں۔ پھر کسی کے پاس فرصت ہی نہیں ہے جو مجھے کہیں گھمانے لے جائے۔"

"کیا کریں بیٹی! ابھی نیا بزنس ہے ورنہ آذر ضرور تمہیں گھماتا پھراتا۔"

"میں جانتی ہوں اس لیے تو [illegible] اچھا اب آپ یہ بتائیں کھانے میں کیا پکنا ہے۔" اس نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"میرا خیال ہے فریج میں سالن موجود ہے۔ وقت ہو جائے گا یا اگر تم کوئی خاص ڈش کھانا چاہو تو۔"

"نہیں، جو ہے وہی ٹھیک ہے۔" وہ کہتی ہوئی ان کے کمرے سے نکل آئی۔

انیلا دو بجے آتی تھی اور ابھی گیارہ بجے تھے۔ وقت گزاری کے لیے اس نے ڈائجسٹ میگزین اٹھا لیا اور اسے دیکھتی ہوئی برآمدے میں نکل آئی۔ لیکن آج دھوپ میں کچھ شدت تھی جب ہی اس نے وہاں بیٹھنے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور واپس پلٹنے لگی تھی کہ اچانک اس کا دھیان انیکسی کی طرف چلا گیا اور وہ خاتون جنہوں نے کہا تھا کہ آئندہ اس طرف نہیں آنا اور ان کی بات یاد آنے کے باوجود وہ اس طرف چل پڑی۔

"کون؟" اس کی دستک کے جواب میں اندر سے ان ہی کی آواز آئی تھی۔

"میں ہوں آنٹی نیہال۔" اس نے کچھ ڈرتے ڈرتے کہا تو چند لمحوں بعد دروازہ کھل گیا۔

"سوری۔ آپ نے منع کیا تھا لیکن میں آ گئی۔" اس نے چھوٹتے ہی معذرت کے ساتھ کہا۔

"اندر آ جاؤ۔" خاتون نے ایک طرف ہٹ کر اسے راستہ دیا پھر اس کے ساتھ ایک پلنگ پر آ بیٹھیں تو کہنے لگیں۔ "میں نے اس لیے منع کیا تھا کہ تمہاری پھوپھو کو برا لگے گا۔ انہیں بتا کر آئی ہو؟"

"نہیں اور انہیں برا کیوں لگے گا۔" اس نے سادگی سے پوچھا لیکن وہ ان سنی کر کے بات بدل گئیں۔

"تم لوگ شاید کہیں باہر رہتے تھے۔ اب یہیں آ گئے ہو؟"

"نہیں، سجیلہ آپی کی شادی میں بس میں ڈیڈی کے ساتھ آئی اور ڈیڈی تو واپس بھی چلے گئے۔ آپ جانتی ہیں میرے ممی ڈیڈی کو؟" اس نے اشتیاق سے پوچھا۔

"ہاں، جب یہاں تھے تو کبھی ملاقات ہو جاتی تھی۔ اس وقت تم بہت چھوٹی سی تھیں اور پتا نہیں تم تھیں یا تمہاری بہن۔" انہوں نے یاد کرتے ہوئے کہا تو وہ بے ساختہ مسکرائی۔

"میری کوئی بہن نہیں ہے۔"

"اچھا پھر تم ہی ہو گی۔ تمہاری امی نہیں آئیں؟"

"نہیں! انہیں آنا تھا لیکن چھوٹے بھائی کے امتحان شروع ہو گئے۔ اس کی وجہ سے وہ بھی رک گئیں۔ اب میں جاؤں گی تو شاید وہ آنے کا پروگرام بنائیں۔ آپ کیا شروع سے یہیں رہتی ہیں؟" دونوں طرف سے جواب کے ساتھ سوال بھی ہو رہے تھے۔

"نہیں چوتھا سال ہے۔ شوہر کے انتقال کے بعد کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ مہربانی ہے سلیمان بھائی کی جو سر چھپانے کو جگہ دے دی۔" انہوں نے آہ بھر کر کہا تو اس نے کچھ دیر رک کر پوچھا۔

"آپ رشتہ دار ہیں انکل کی؟"

"میرے جیٹھ ہیں یہ۔ جیٹھ سمجھتی ہو میرے شوہر کے بڑے بھائی۔ تمہاری پھوپھو میری جٹھانی ہیں۔" انہوں نے پورا رشتہ سمجھایا تو وہ حیران ہو کر بولی۔

"یعنی آپ انیلا کی چچی ہیں۔"

"ہاں چچی ہوں۔" وہ جیسے اس کے سمجھ جانے پر خوش ہوئیں لیکن اس کی حیرت ہنوز تھی۔

"پھر آپ یہاں کیوں رہتی ہیں۔ میرا مطلب ہے ان کے ساتھ کیوں نہیں؟"

"یہ ساتھ ہی تو ہے۔ ایک ہی گھر ہے ناں۔" وہ جانے کیوں بوکھلا گئی تھیں۔ "تم یہ بات ادھر نہیں کرنا۔ بس یہی سمجھو ہم ساتھ رہتے ہیں۔"

"آپ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہیں۔" اس نے الجھ کر نفی میں سر ہلایا۔ پھر اپنے آپ کہنے لگی۔ "یہ ساتھ تو نہیں ہے۔ نہ ادھر سے کوئی یہاں آتا ہے نہ آپ ادھر جاتی ہیں۔ سجیلہ آپی کی شادی میں بھی نہیں گئیں۔ اچھا اب سمجھی پھوپھو کے ساتھ آپ کی لڑائی ہو گی۔"

"نہیں بیٹی! میری کسی کے ساتھ لڑائی نہیں ہے۔ میں قسمت کی ماری کہاں کسی سے لڑ سکتی ہوں۔ اچھا تم بیٹھو میں تمہارے لیے شربت بنا لاتی ہوں۔" وہ اس موضوع سے ہٹنے کی خاطر اٹھنے لگی تھیں کہ اس نے روک دیا۔

"نہیں پلیز، آپ کوئی تکلف نہیں کریں۔ میں بس جا رہی ہوں۔ پھر آؤں گی۔"

"ہیں!" اس کی دوبارہ آمد پر پریشانی کا بے ساختہ اظہار تھا لیکن پھر فوراً سنبھل کر بولیں۔ "ہاں ہاں کیوں نہیں ضرور آنا۔"

"آج تو میں اپنی خالہ کے گھر جا رہی ہوں۔ کچھ دن بعد آؤں گی۔" وہ کہتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی اور یہ سوچتی ہوئی آئی کہ پھوپھو سے ان کے بارے میں پوچھے گی لیکن پھوپھو کے پاس پڑوس کی کوئی خاتون موجود تھیں جن کی وجہ سے اس کا دھیان ہٹ گیا اور دوبارہ یاد اس وقت آیا جب وہ آذر کے ساتھ خالہ کے گھر جا رہی تھی۔

"آذر بھائی! وہ آپ کی چچی جان آپ لوگوں کے ساتھ کیوں نہیں رہتیں؟" اس کے پوچھنے پر آذر نے چونک کر اسے دیکھا پھر قدرے ناگواری سے پوچھنے لگا۔

"تم نے انہیں کہاں دیکھ لیا ہے۔"

"انیکسی میں، میں آج گئی تھی ان کے پاس۔" وہ سادگی سے بتا کر ان کی تعریف کرنے لگی۔ "بہت اچھی محبت کرنے والی خاتون ہیں۔"

"اور، اور کون تھا وہاں؟" آذر کی ناگواری ہنوز تھی اور وہ پتا نہیں سمجھ نہیں رہی تھی یا قصداً نظر انداز کر رہی تھی۔

"کوئی نہیں، اکیلی تھیں۔ میں کافی دیر ان کے پاس بیٹھی۔ وہ ممی ڈیڈی کو بھی جانتی ہیں۔"

"ہوں۔" آذر نے پرسوچ انداز میں ہوں کی آواز نکالی۔

"آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ وہ آپ کے ساتھ کیوں نہیں رہتیں؟ پھوپھو بھی اکیلی ہوتی ہیں اور وہ بھی، دونوں ساتھ رہیں گی تو۔"

"نہیں رہنا چاہتیں وہ ہمارے ساتھ۔" ضبط کرتے کرتے بھی وہ غصے سے بولا "چھوٹے گھر کی ہیں ناں۔ بہت شوق ہے انہیں مظلوم بننے کا سب کی ہمدردیاں سمیٹنا چاہتی ہیں۔ اسی لیے انیکسی میں پڑی ہیں۔ تاکہ سب سے کہہ سکیں کہ ہم نے انہیں کونے میں ڈال دیا۔"

"نہیں آذر بھائی! وہ تو اس پر بھی شکر کر رہی تھیں

کہ انہیں سر چھپانے کو جگہ مل گئی۔ کہہ رہی تھیں مہربانی ہے انکل کی۔" وہ اس کے غصے سے خائف ہو کر بولی تو اس نے نخوت سے سر جھٹکا۔

"ہونہہ! اپنے پیل ایسی ہی باتیں کرتی ہیں۔ پھر اپنی قسمت کا رونا روتی ہیں بہت چالاک عورت ہیں اور ان کا انتہائی بدتمیز اور بدمزاج بیٹا عازر احمد وہ تو اس چکر میں ہے کہ ہم سب کو نکال کر سارے گھر پر قبضہ کرلے۔" وہ ٹی وی اسکرین پر نظریں جمائے زہر خند سے بول رہا تھا۔

"ان کا بیٹا۔" اس کی نظروں میں وہ دراز قامت آن سمایا جو اسے دیکھتے ہی خاصے جارحانہ انداز میں دوسرے دروازے سے نکل گیا تھا۔

"ہاں' آوارہ، بدمعاش' پتا نہیں کیا سمجھتا ہے اپنے آپ کو۔ تم ذرا ہوشیار رہنا اور تمہیں ضرورت کیا تھی اس طرف جانے کی۔"

"وہ۔ میں تو بس۔" اس کی سمجھ میں نہیں آیا کیا کہے۔

"دوبارہ نہیں جانا' سمجھیں۔" اس نے پہلے متنبہ کیا پھر ایک دم نرم پڑ کر کہنے لگا۔

"میں نہیں چاہتا کہ وہ اجڈ تمہارے ساتھ کوئی بدتمیزی کرے اگر ایسا ہوا تو میں اسے شوٹ کردوں گا۔"

"اف!" وہ بری طرح سہم گئی۔ "میں اب ادھر نہیں جاؤں گی۔"

"خیر اتنا ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" آذر کا مقصد پورا ہو چکا تھا۔ جب ہی اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔ "تم میری کزن ہو یا اس سے زیادہ کچھ اور کہوں۔"

"اور کیا؟" اس نے بے خیالی میں پوچھا لیکن جب اس کے ہونٹوں میں دبی معنی خیز مسکراہٹ دیکھی تو جھینپ گئی اور فوراً ہی بات کا رخ موڑ دیا۔

"اچھا سنو' خالہ کے گھر کتنے دن رہو گی؟" قدرے توقف سے آذر نے اسے متوجہ کرتے پوچھا۔

"پتا نہیں' میرا مطلب ہے اگر دل لگ گیا تو زیادہ دن ورنہ کم۔"

"کیا؟ کیا لگ گیا۔" آذر نے موڑ کاٹنے کے بعد اسے گھورا تو وہ ہنسی دبا کر بولی۔

"دل۔"

"خبردار جو کہیں اور دل لگایا تو میں بس کل شام میں ہی تمہیں لینے پہنچ جاؤں گا۔"

"نہیں پلیز اتنی جلدی نہیں۔ خالہ بھی مائنڈ کریں گی مجھے بس روز آنا ہوگا' آپ کو فون کردوں گی۔" اس نے عاجزی سے کہا تو وہ نیم پلیٹ دیکھتے ہوئے بولا۔

"جس روز نہیں زیادہ سے زیادہ دو دن۔" پھر ایک گیٹ کے سامنے گاڑی روک کر کہنے لگا۔ "تم فون نہیں کرو گی تب بھی میں آجاؤں گا' اب اترو آگیا تمہاری خالہ کا گھر۔"

"آپ اندر نہیں چلیں گے؟" اس نے پچھلی نشست سے اپنا بیگ اٹھاتے ہوئے پوچھا تو جواب دینے کے بجائے وہ اس سے پہلے ہی اتر گیا اور جب تک وہ قریب آتی بیل کا بٹن پش کر چکا تھا۔

کچھ دیر بعد ایک چار پانچ سال کا بچہ کون کون پوچھتا ہوا آیا اور گیٹ کھول کر باری باری دونوں کو دیکھنے لگا تو وہ اس کے گال چھو کر بولی۔

"مجھے پتا ہے آپ نونی ہو۔" پھر اسے گود میں اٹھا کر آذر کو اندر چلنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ "یہ احمد بھائی کا بیٹا ہے۔ ابھی پچھلے مہینے اس کی برتھ ڈے کی تصویریں ہمارے پاس آئی تھیں۔"

"کون ہے نونی؟" خالہ پوچھتی ہوئی دروازے سے نکلی تھیں۔

"میں ہوں خالہ نیہاں۔" وہ نونی کو نیچے اتار کر بھاگ کر خالہ سے لپٹ گئی۔

"آگئی تمہیں خالہ کی یاد۔ اتنے دنوں سے آئی ہوئی ہو۔" خالہ نے اسے بازوؤں میں بھینچنے کے ساتھ پیار بھرا شکوہ بھی کیا۔ پھر وہیں برآمدے میں بچھے تخت پر اسے اپنے ساتھ لے کر بیٹھیں اور بہو کو پکار کر آذر کے لیے کرسی لانے کو کہا تو وہ فوراً" کہنے لگا۔

"نہیں بس میں چلتا ہوں۔ نیہاں کو لینے آؤں گا تب نہ صرف بیٹھوں گا بلکہ چائے بھی پیوں گا۔"

"نیہاں ابھی تو نہیں جائے گی۔" خالہ نے پھر اسے

اپنے ساتھ لگا لیا تو وہ اسے ہاتھ ہلاتا ہوا وہیں سے پلٹ گیا۔

"یہ تمہاری پھوپھی کا بیٹا تھا؟" خالہ نے پوچھا تو وہ جو اس کے پیچھے دیکھ رہی تھی چونک کر بولی۔

"جی۔" پھر اٹھ کر بھابھی سے گلے ملی اور ان کی گود سے ننھی ہما کو لے کر دوبارہ بیٹھتے ہوئے کہنے لگی۔

"میں بہت دنوں سے آنا چاہ رہی تھی خالہ! لیکن کوئی لانے والا ہی نہیں تھا جو مجھے لے کر آتا ابھی بھی آذر بھائی مجھے چھوڑ کر آئے ہیں۔"

"تو تم فون کردیتیں۔ احمد جاکر تمہیں لے آتا۔"

"میں نے سوچا تھا لیکن' خیر چھوڑیں آتو گئی ہوں اور مجھے یقین ہے یہاں میں بور نہیں ہوں گی۔" وہ ہما کو گدگدانے لگی اور اس کے ساتھ خود بھی ہنستی چلی گئی۔

♥ ♡ ♡ ♥

خالہ کے گھر واقعی اس کا دل لگ گیا تھا۔ سارا وقت نونی اور ہما کے ساتھ لگی رہتی۔ نونی کی باتیں اسے بہت اچھی لگتی تھیں۔ بھابھی بھی اچھے مزاج کی تھیں ہنس مکھ اور ملنسار۔ پھر احمد بھائی روزانہ نہیں تو کبھی کبھی گھمانے لے جا رہے تھے۔ حالانکہ وہ بھی آفس سے تھکے ہوئے آتے تھے بس کچھ دیر آرام کرتے پھر تیار ہو جاتے۔ کلفٹن ہاکس بے' الہ دین پارک' ایک ہفتے میں انہوں نے اسے پورا کراچی گھما ڈالا۔ بچوں کے ساتھ تفریح میں اسے واقعی بہت مزہ آیا۔ جب ہی آذر کو ہر روز کال پر ٹالتی رہی۔ اس وقت وہ بھابھی کے ساتھ کہیں جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی کہ پھر آذر کا فون آگیا۔

"سنو' آج میں کچھ نہیں سنوں گا' بس تم تیار رہو میں آرہا ہوں۔" آذر نے چھوٹتے ہی کہا تو وہ کھلکھلا کر بولی۔

"میں تیار ہوں آذر بھائی! اور آپ کے پہنچنے سے پہلے یہاں سے نکل بھی چکی ہوں گی۔"

"کیا مطلب' کس کے ساتھ جارہی ہو؟"

"احمد بھائی اور بھابھی کے ساتھ۔"

"ٹھیک ہے پھر میں گھر پہنچتا ہوں۔" آذر نے غالباً مطمئن ہو کر سلسلہ منقطع کرنا چاہا تھا کہ وہ فوراً بولی۔

"ایک منٹ۔ میں آپ کے گھر نہیں جارہی۔ احمد بھائی کہیں اور لے جارہے ہیں۔"

"کہیں بھی جاؤ۔" آذر نے کھٹاک سے فون بند کر دیا۔ تو اس کی ساری شوخی ہوا ہو گئی۔ کچھ دیر وہیں کھڑی سوچتی رہی پھر بھابھی کے پاس آکر بولی۔

"سوری بھابھی! میں اب نہیں جاسکتی۔"

"کیوں؟" بھابھی نے تعجب سے دیکھا تو وہ نظریں چرا کر کہنے لگی۔

"وہ ابھی انیلا کا فون آیا تھا۔ پھوپھو کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ بس اب میں وہیں جاؤں گی' آپ پلیز مجھے وہیں چھوڑ دیجئے گا' میں جانے سے پہلے پھر آجاؤں گی۔"

"میں کیا کہوں اپنی خالہ سے پوچھو۔" بھابھی نے کہا تو وہ خالہ کے کمرے کی طرف بڑھ گئی اور پھر ان سے اجازت لے کر ہی نکلی تھی۔ بھابھی اور بچے کیونکہ تیار تھے اس لیے احمد بھائی نے اپنا پروگرام وہی رہنے دیا۔ بس یہ تھا کہ پہلے اسے پھوپھو کے گھر اتار دیا تو اس نے سب کو سرسری انداز میں اندر چلنے کو کہا۔ زیادہ اصرار یوں نہیں کیا کہ پھوپھو کی بیماری کا بہانا کر چکی تھی اس لیے جب احمد بھائی نے پھر کسی وقت آنے کو کہا تو وہ جلدی سے بولی۔

"ٹھیک ہے پھر خالہ کو بھی لے کر آئیے گا۔"

"اچھی بات ہے' خدا حافظ۔" احمد بھائی گاڑی بڑھا لے گئے۔ وہ کچھ دیر رک کر ہاتھ ہلاتی رہی۔ پھر گیٹ سے اندر داخل ہونے لگی تھی کہ چوکیدار اپنی جگہ سے اٹھ کر بولا۔

"صاحب لوگ نہیں ہیں۔"

"پھر بی بی لوگ تو ہیں ناں؟" وہ کچھ مگن سے انداز میں کہتی ہوئی اندر آگئی۔ لیکن برآمدے سے آگے سب لاک تھا۔ تب اسے چوکیدار کی بات سمجھ میں آئی اور اس کے ساتھ ہی وہ پریشان بھی ہو گئی۔ پتا نہیں سب لوگ کہاں گئے تھے اور ان کی واپسی کب تک ہونی تھی۔ وہ سوچتی ہوئی بیگ وہیں برآمدے میں رکھ کر واپس چوکیدار کے پاس آکر پوچھنے لگی۔

"ستو! کہاں گئے ہیں سب لوگ؟"

"مالوم نہیں' ام صرف چوکیداری کرتا' جانے آنے کا نہیں پوچھتا۔"

چوکیدار کے جواب سے مایوس ہو کر اس نے گیٹ بند کر دیا اور اپنی جلد بازی پر کڑھتی ہوئی بہت سست روی سے لان میں بیٹھنے جا رہی تھی کہ معاً "انیلا کی چچی" کا خیال آیا اور وہ فوراً اس طرف چل پڑی۔ سیڑھی سے گزر کر برآمدے میں آئی تو خلاف معمول کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس نے بغیر رکے اندر قدم رکھ دیے لیکن پھر ٹھٹک کر رک گئی سامنے والے پلنگ پر دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھے وہ بالکل سیدھا لیٹا تھا۔ اور گو کہ وہ بالکل ہوا کی مانند بنا کسی آہٹ کے داخل ہوئی تھی پھر بھی وہ ذرا سی گردن موڑ کر اسے دیکھنے لگا۔ یوں کہ آنکھوں میں کوئی سوال ابھرا نہ چہرے پر کوئی تاثر بلکہ جیسے کسی نادیدہ ہاتھ نے گردن اس کی طرف موڑ دی ہو۔

"وہ آنٹی کہاں ہیں؟" وہ اس کی خاموش نظروں سے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

"کون؟" آواز پر اس کی بھٹکتی ہوئی نظریں اس پر گئیں تو اور پریشان ہو گئی کیونکہ اس کے ہونٹ ویسے ہی ایک دوسرے پر جمے تھے۔

"آپ کی اماں کیا وہ بھی پھوپھو کے ساتھ گئی ہیں؟" اس نے بہت ہمت کر کے پوچھا تو اس بار اس کی پیشانی پر واضح لکیریں ابھریں پھر اٹھ کر بیٹھ گیا اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"بیٹھ جائیں' اماں ابھی آتی ہوں گی۔"

"تھینک یو۔" وہ اس کے شائستہ لہجے سے حوصلہ پا کر دوسرے پلنگ کے کنارے ٹکتے ہوئے کہنے لگی' "ادھر سب لوگ پتا نہیں کہاں گئے ہوئے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں تھا ورنہ میں کل آتی۔"

وہ سر جھکائے پتا نہیں سن بھی رہا تھا کہ نہیں۔

"شام ہو رہی ہے۔ اگر پھوپھو کسی دعوت میں گئی ہیں تو انہیں آنے میں رات ہو جائے گی تب تک میں۔" وہ اپنے آپ بول کر خاموش ہو گئی۔ تو قدرے توقف سے اس نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"آپ چائے پئیں گی؟"

"آپ بنائیں گے؟" اس نے کچھ حیران ہو کر کہا تو وہ کوئی جواب دیے بغیر کمرے سے نکل گیا اور وہ الجھ گئی۔ بقول آذر کے انتہائی بدتمیز بد مزاج اور خود سر اس نے بھی اس روز اسے کچھ ایسے ہی انداز میں دیکھا تھا۔ جبکہ اب بالکل مختلف لگ رہا تھا۔

"چائے۔" اس کی آواز پر وہ چونکی اور جلدی سے مگ تھام کر پوچھا۔

"آنٹی کہاں گئی ہیں؟" اس نے جواب دینا شاید ضروری نہیں سمجھا اور اپنی جگہ بیٹھ کر چائے پینے میں لگ گیا۔ تو کچھ دیر بعد وہ خاموشی سے گھبرا کر بولنے لگی۔

"میں نے شاید آپ کو ڈسٹرب کیا ہے۔ آئی ایم سوری۔ اصل میں سارا گھر لاک ہے۔ میں برآمدے میں یا لان میں اکیلی بیٹھتی تو مجھے ڈر لگتا اس لیے میں یہاں چلی آئی اگر آپ کو اچھا نہیں لگ رہا تو۔"

"پلیز۔" وہ ٹوک کر بولا "یہ بھی ان ہی کا گھر ہے آپ چاہیں تو مجھے یہاں سے نکال دیں۔"

وہ قدرے خائف سی ہو کر دیکھنے لگی تھی۔ تب ہی اس کی اماں آ گئیں جنہیں دیکھتے ہی اس کے ساتھ وہ بھی کھڑی ہو گئی اور آہستہ سے سلام کیا تو جواب میں دعائیں دیتی ہوئی اپنی چادر تہہ کرنے لگیں۔ پتا نہیں کہاں سے آ رہی تھیں۔ کچھ تھکی تھکی سی لگ رہی تھیں۔ چادر تکیے کے نیچے رکھ کر بیٹھیں تب اسے دیکھ کر بولیں۔

"کھڑی کیوں ہو بیٹی۔ بیٹھ جاؤ۔"

"جی۔" وہ جو خاموشی سے انہیں دیکھے جا رہی تھی کچھ چونک کر بیٹھ گئی۔

"غازی! ایک گلاس پانی دو بیٹا!" اماں نے اسے مخاطب کر کے کہا لیکن وہ فوراً کھڑی ہو گئی۔

"میں لاتی ہوں۔" اس کے ساتھ ہی سامنے والے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ آگے کچھ جگہ چھوڑ کر دائیں ہاتھ پر کچن تھا۔ اس نے گلاس اٹھا کر کولر سے ٹھنڈا پانی بھرا اور لے کر اندر آئی تو اماں جانے کیا بات کر رہی تھیں جو اسے دیکھ کر خاموش ہو گئیں تو

اچانک ماں بیٹے کے درمیان اسے اپنا آپ انتہائی غیر اہم سا لگا اور یہ خیال کہ اس کی وجہ سے وہ کوئی ضروری بات کرتے کرتے رہ گئے ہیں۔ وہ پانی کا گلاس اماں کو تھماتے ہی جانے کے لیے تیار ہو گئی۔

"میں چلتی ہوں آنٹی! شاید پھوپھو آ گئی ہوں۔"

"آئیں گی تو گاڑی کی آواز سے آپ کو یہیں سنائی دے جائے گی۔" اماں سے پہلے وہ بول پڑا "ویسے اگر جانا چاہیں تو آپ کی مرضی۔"

"کیا بات ہے کہاں جانا ہے؟" اماں نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے باری باری دونوں کو دیکھا تو وہ قدرے ہچکچا کر بولی۔

"کہیں نہیں۔ وہ پھوپھو کے گھر میں کوئی نہیں ہے میرا مطلب ہے سب کہیں گئے ہوئے ہیں۔"

"تمہیں نہیں لے گئے؟" اماں نے تعجب سے پوچھا۔

"میں یہاں نہیں تھی ان کے جانے کے بعد آئی ہوں۔"

"ہاں تو بیٹھو ناں۔ جب آ جائیں گے سب تب چلی جانا۔ کوئی فکر کی بات نہیں ہے۔ اسے بھی اپنا ہی گھر سمجھو۔" انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بٹھا دیا۔ پھر گلاس خالی کر کے غازی کو تھماتے ہوئے اس سے پوچھنے لگیں۔

"تم اس وقت جاؤ گے تو آؤ گے کب؟"

"کل اسی وقت یا پھر پرسوں صبح۔" وہ کہتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔ تو اس نے یونہی پوچھ لیا۔

"کہاں جا رہے ہیں؟"

"پتا نہیں۔" اماں نے لاعلمی کے ساتھ بات بدل دی "تم خالہ کے گھر گئی تھیں۔ کیسی ہیں تمہاری خالہ اور ان کے بچے؟"

"سب ٹھیک ہیں۔ ان کا پوتا نوفی تو بہت ہی شرارتی ہے۔" وہ اب ٹانگیں اور سمیٹ کر آرام سے بیٹھ گئی اور یونہی بات سے بات نکلتی چلی گئی تو وقت گزرنے کا پتا ہی نہیں چلا۔ نو بجے اماں اس سے کھانے کا پوچھ کر اٹھنے لگیں تو وہ انہیں روک کر بولی۔

"مجھے بتائیں کیا کرنا ہے۔"

"کچھ نہیں کرنا بیٹی! سالن رکھا ہے۔ وہی گرم کروں گی اور دو تین روٹیاں ڈالنی ہیں۔"

"میں ڈال دیتی ہوں۔ آپ بیٹھیں۔" وہ ان کے روکتے روکتے بھی اٹھ کر کچن میں چلی گئی اور کچھ ہی دیر بعد روٹی اور سالن لے کر آ گئی۔ تو اماں نے جلدی سے وہیں پلنگ پر دسترخوان بچھا دیا۔

"آپ کا بیٹا کہیں جاب کرتا ہے۔" کھانے کے دوران اچانک کسی خیال کے تحت اس نے پوچھا۔

"نہیں' دو سال سے کوشش کر رہا ہے لیکن پتا نہیں قسمت میں کیا ہے جو نوکری مل کے نہیں دے رہی۔" انہوں نے آہ بھر کر کہا تو اس نے فوراً مشورہ دیا۔

"آپ انکل سے کہیں ناں وہ اپنی فیکٹری میں لگا دیں گے۔" انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ یوں بن گئیں جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں اور قدرے توقف سے وہ اپنے طور پر ہمدردی جتا کر کہنے لگی۔

"اچھا ہے ناں آنٹی! کسی کام سے لگ جائیں گے تو بری صحبت سے بچ جائیں گے ابھی دیکھیں گئے ہیں تو کل پرسوں آئیں گے۔ یہ اچھی بات تو نہیں ہے۔ انہیں آپ کا احساس کرنا چاہیے۔" اماں حیرت سے منہ کھولے اسے دیکھتی رہ گئیں وہ اپنی سادگی میں جانے کیا کچھ کہے جا رہی تھی تبھی شوبی اسے پکارتا ہوا اندر آ گیا۔

"واؤ' یہاں کھانا کھایا جا رہا ہے۔"

"آؤ تم بھی کھاؤ۔" اس نے آگے کھسک کر شوبی کے بیٹھنے کے لیے جگہ بنائی لیکن وہ ناک چڑھا کر بولا۔

"جناب! ہم ابھی فائیو اسٹار میں ڈنر کر کے آ رہے ہیں۔ چلو تمہیں امی بلا رہی ہیں۔"

"آ رہی ہوں۔ ویسے تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں یہاں ہوں۔" اس نے دسترخوان سمیٹتے ہوئے پوچھا۔

"تمہارا بیگ وہاں برآمدے میں رکھا ہوا ہے۔ جسے دیکھتے ہی آذر بھائی نے مجھے ادھر دوڑا دیا۔"

"ابھی تو کہہ رہے تھے 'پھوپھو بلا رہی ہیں۔'" اس نے فوراً ٹوکا۔

"کوئی بھی بلا رہا ہے۔ جلدی چلو۔" شوبی کی عجلت

کو وہ قصداً نظر انداز کر گئی۔

"تم جاؤ بنی! ورنہ تمہاری پھوپھو ناراض ہوں گی۔" وہ کچھ ان سنی کر کے کھڑی رہی اور ان سے کلاس لے کر نکلنے کے بعد دوبارہ آنے کا کہتی ہوئی اس طرف آئی تو آگے ڈرائیو وے پر آذر ادھر سے ادھر ٹہل کر اسی کا انتظار کر رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی لپک کر اس کے پاس آیا اور قدرے غصے سے بولا۔

"میں نے تمہیں ادھر جانے سے منع کیا تھا۔"

"پھر کہاں جاتی؟ اکیلے یہاں بیٹھتے ہوئے مجھے ڈر لگ رہا تھا۔" اس نے سادگی سے کہا تو وہ ایک دم نرم پڑ گیا۔

"تم آئیں کیسے؟ آئی مین تم تو کہیں اور جا رہی تھیں؟"

"آپ ناراض جو ہو گئے تھے۔ جب ہی میں نے احمد بھائی سے کہا مجھے یہاں چھوڑ دیں۔" اس نے منہ پھلا کر کہا اور وہ بہت خوش ہو گیا۔

"تو تمہیں میری ناراضگی کی پروا ہے۔ ویری گڈ۔ چلو اسی خوشی میں تمہیں آئس کریم کھلا دوں۔ جاؤ امی سے کہہ آؤ کہ تم میرے ساتھ جا رہی ہو۔"

"انیلا کو بھی لے آؤں گی۔" وہ کہہ کر بھاگنے لگی تھی کہ اس نے ہاتھ پکڑ لیا۔

"اسٹوپڈ! یہیں رکو۔ میں بتا کر آتا ہوں۔" وہ تیز قدموں سے اندر چلا گیا اور کچھ ہی دیر میں واپس بھی آ گیا۔

"کھانا بھی تو نہیں کھایا ہو گا تم نے؟" گیٹ سے گاڑی نکالتے ہی آذر کو اس کے کھانے کا خیال آیا۔

"نہیں آنٹی کے ساتھ کھا لیا ہے۔ بہت اچھا سالن بنایا تھا انہوں نے اور پتا ہے آذر بھائی!"

"مائی گاڈ۔ یہ تم مجھے بھائی کہنا کب چھوڑو گی؟" اس نے ایک دم ٹوکا تو وہ کھلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر [illegible] پھر شاید وہ تھکا ہوا تھا جب ہی قریبی کولڈ کارنر سے [illegible] دی تو اس نے کچھ حیران ہو کر دیکھا پھر کہنے لگی۔ [illegible]

بھی نہیں۔"

"سوری یار! اصل میں صبح سے اب تک ایک لمحہ آرام کا نہیں ملا۔ خیر اب تم کہتی ہو تو۔"

"نہیں میں تو یونہی مذاق کر رہی تھی۔" وہ فوراً بولی "بس سیدھے گھر چلیں۔ مجھے بھی آپ کے انکار نے تھکا دیا ہے۔ پتا ہے جب آپ نے فون کیا تھا میں اسی وقت آئی تھی اور تب سے آنٹی کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہوں۔ کرا کر گئی ہے۔"

"کیا باتیں کرتی رہیں وہ تمہارے ساتھ؟" آذر نے بظاہر سرسری انداز میں پوچھا تو وہ بھی لاپروائی سے بولی۔

"وہی عام سی باتیں تھیں۔ تمہارے ڈیڈی کیا کرتے ہیں اور ممی کیسی ہیں تم کون سی کلاس میں پڑھتی ہو وغیرہ وغیرہ۔"

"اور وہ غائز نہیں تھا؟" اس نے مڑ میں ایک گہری نظر اس پر ڈال کر پوچھا۔

"جب میں گئی اس وقت تھا پھر کچھ دیر بعد ہی کہیں چلا گیا تھا۔ آنٹی بہت پریشان ہیں اس کے لیے اسے کہیں جاب نہیں مل رہی ناں۔ آپ کیوں نہیں اسے کوئی جاب دلا دیتے۔" وہ اپنی فطری سادگی سے اسے دیکھنے لگی۔

"وہ کرنا چاہے تب تو۔ میں کیا ابو بھی کئی بار اس سے کہہ چکے ہیں لیکن وہ سنتا ہی نہیں۔ اصل میں اس کے دماغ میں آوارگی رچ گئی ہے۔ وہ کہاں کہیں پابند ہو کر کام کر سکتا ہے اور ساری بات بے احساسی کی۔ اسے اپنی ماں کا بھی احساس نہیں ہے۔"

آذر بہت تاسف سے بول رہا تھا۔ جیسے غائز کے معاملے میں وہ بے بس ہو اور وہ چپ چاپ سنتی رہی۔ پھر گھر آنے پر وہ اسے دیکھ کر بولا۔

"چلو تم زیادہ نہ سوچو یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے۔"

"ہو گے بس!" وہ مسکراتی ہوئی اس سے پہلے اندر بھاگ گئی۔

♥ ♡ ♡ ♥

پھر اگلے دن سے ہی آذر نے جلدی آنا شروع کر دیا اور بغیر آرام کیے اسے کہیں نہ کہیں گھمانے لے

جاتا۔ اب پتا نہیں اس کا تجسس کتنا کھلا تھا یا کوئی اور بات بھی تھی بہرحال چند دنوں میں وہ اس پر یوں چھا گیا تھا کہ اس سے ہٹ کر وہ کچھ اور سوچ ہی نہیں پا رہی تھی۔ یہاں تک کہ واپسی کا خیال بھی اس کے ذہن سے محو ہو گیا تھا۔ اس وقت وہ دوپہر کی نیند لے کر اٹھی تو بس یہی خیال تھا کہ آذر آنے والا ہو گا اور اس کے آنے سے پہلے اسے تیار رہنا چاہیے ورنہ وہ ناراض ہو گا اور اس کی ذرا سی ناراضگی بھی اس کی جان پر بنا دیتی تھی۔ اس لیے اٹھنے کے ساتھ ہی اس نے اپنے کپڑے نکالے اور واش روم میں بند ہو گئی۔ کچھ دیر بعد نکلی تو انیلا انتظار میں کھڑی تھی فوراً بولی۔

"جلدی جاؤ۔ تمہاری ممی کا فون ہے۔" وہ بھاگ کر لاؤنج میں آئی تو پھوپھو بات کر رہی تھیں۔ اسے دیکھا تو ریسیور اس کی طرف بڑھا دیا۔

"ممی سے بات کرو۔"

"ہیلو، ہیلو ممی کیسی ہیں آپ اور ڈیڈی اور عبیر۔" وہ ایک ہی سانس میں سب کا پوچھ لینا چاہتی تھی۔

"سب ٹھیک ہیں بیٹا! تم اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہو؟" ممی کے ٹوکنے پر وہ گہری سانس کھینچ کر بولی۔

"نہیں تو ممی! اصل میں بھاگتی ہوئی آئی ہوں۔ اس لیے سانس پھول رہا ہے۔"

"اچھا بیٹھ جاؤ آرام سے مجھے ضروری بات کرنی ہے۔" ممی نے کہا تو اس نے اپنے پیچھے دیکھا پھر پھوپھو کے اٹھنے پر ان ہی کی جگہ پر بیٹھ گئی۔

"جی ممی! کہیے کیا بات ہے۔"

"بیٹا وہ تمہاری پھوپھو کا خط آیا ہے ہمارے پاس۔ انہوں نے تمہارے لیے آذر کا پرپوزل دیا ہے۔" ممی نے خاموش ہو کر غالباً "تاثرات جاننا چاہے۔ لیکن وہ فوراً" کچھ نہیں بولی۔ ایک تو فطری جھجک تھی دوسرے دل بھی بہت زور زور سے دھڑکنے لگا تھا۔

"تم سن رہی ہو ناں بیٹا؟ تمہارے ڈیڈی تو آذر کی تعریف کر رہے ہیں۔ تم بتاؤ کیسا ہے وہ اور سب گھر والے کیا تم وہاں ایڈجسٹ ہو سکتی ہو؟" ممی نے اسے متوجہ کر کے پوچھا تو وہ سنبھل کر بولی۔

"سب لوگ بہت اچھے ہیں ممی! بہت خیال رکھتے ہیں میرا۔"

"اس کا مطلب ہے تمہیں اس پرپوزل پر کوئی اعتراض نہیں اور اعتراض تو میں بھی نہیں کر رہی لیکن یہ ضرور کہوں گی کہ تم اچھی طرح سوچ لو۔ کیونکہ یہ ساری زندگی کا معاملہ ہے۔ سمجھ رہی ہو ناں۔"

"جی!" وہ پورے دھیان سے سن رہی تھی جب ہی کچھ چونک کر بس جی کہہ سکی۔

"اوکے، میں تم سے دوبارہ بات کرنے کے بعد تمہاری پھوپھو کو جواب دوں گی۔ اس دوران تم ہر پہلو سے سوچ لو بلکہ اچھی طرح دیکھ بھی لو کہ وہ ماحول تمہارے لیے بالکل اجنبی تو نہیں۔ اصل میں بیٹا اتنے سال ہو گئے ہیں اس لیے مجھے نہیں معلوم وہاں کتنی تبدیلیاں آئی ہیں۔ پہلے لوگ۔"

ممی کی بات جاری تھی لیکن لائن کٹ گئی۔ اس نے کچھ مایوس ہو کر ریسیور کو دیکھا پھر کریڈل پر رکھ کر صوفے کی بیک پر سر ٹکایا تو سامنے آذر پر نظر پڑی۔ وہ پتا نہیں کب آیا تھا یا شاید ابھی اس کے دیکھنے پر آگے آتے ہوئے بولا۔

"کون تھا جسے اتنے انہماک سے سن رہی تھیں؟"

"آپ کے خیال میں کون ہو سکتا ہے۔" اس نے کچھ شریر مسکراہٹ کے ساتھ الٹا اس سے پوچھا۔ تو وہ بھنویں اچکا کر بولا۔

"ہو سکتا ہے یعنی مذکر۔ تو نو میرے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ لیکن میں تو یہاں موجود ہوں۔" وہ گھورنے لگا تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"تو آپ جیلس بھی ہوتے ہیں۔"

"تمہارے معاملے میں۔" وہ فوراً بولا "جلدی بتاؤ کون تھا؟"

"ممی۔" وہ اٹھتے ہوئے بولی "کہہ رہی تھیں فوراً واپس آجاؤ۔"

"کیوں؟" اس کے کیوں میں احتجاج تھا۔ وہ بمشکل مسکراہٹ چھپا کر کہنے لگی۔

"کیوں کا کیا مطلب۔ مجھے جانا نہیں ہے کیا؟۔ ہمیشہ کے لیے تو نہیں آئی۔"

"اور اگر میں کہوں ہمیشہ کے لیے یہیں رہ جاؤ تو۔"
وہ اس کے مقابل آکر اس کی آنکھوں میں دیکھنا چاہتا تھا۔ لیکن وہ غیر محسوس طریقے سے رخ موڑ گئی اور اس سمت دھیرے دھیرے آگے بڑھتی چلی گئی۔ پھر لاؤنج سے نکلنے سے پہلے بولی تھی۔
"رہ جاؤں گی۔"

♥ ♡ ♡ ♥

ممی نے جب دوبارہ اس سے پوچھا تب بھی اس کا وہی جواب تھا کہ سب بہت اچھے ہیں۔ یہ ایک طرح سے اس کی رضامندی تھی جسے سمجھتے ہوئے ممی نے پھوپھو سے ہامی بھری۔ اس کے بعد طے یہ پایا کہ وہ خالہ کے گھر چلی جائے اور پھر ایک ڈیڑھ مہینے میں ممی ڈیڈی اور عمیر آئیں گے تو اسے وہیں سے رخصت کریں گے۔ یوں اگلے دن ہی وہ خالہ کے گھر جانے کی تیاری کرنے لگی۔ اپنی ساری چیزیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر سوٹ کیس میں رکھ رہی تھی کہ عقب سے انیلا اس کے پہلو میں چٹکی کاٹ کر بولی۔
"واپس تو یہیں آؤ گی۔ پھر کیوں اتنی مغز ماری کر رہی ہو۔"
"لو میں تو تمہارے خیال سے کہہ رہی ہوں کہ کہیں تم یہ نہ کہو کہ سب پھیلا کر چلی گئی۔" وہ سوٹ کیس بند کرتے ہوئے بولی۔
"میں تو کہتی ہوں۔ تم جاؤ ہی نا یہیں رہو آرام سے جب ماموں جان اور ممانی جان کے آنے کا ہو گا تب ایک دو دن پہلے چلی جانا۔"
"جناب! ممی فون کر چکی ہیں خالہ کو جب ہی تو کل احمد بھائی لینے آئیں گے اور پھر مجھے بھی یہی ٹھیک لگ رہا ہے۔"
"کیوں اب شرم آتی ہے آذر بھائی سے؟" انیلا نے چھیڑا تو وہ جھینپ کر مسکرا دی۔
اگلے روز احمد بھائی کے انتظار میں وہ لاؤنج میں بیٹھی تھی۔ انہوں نے دس بجے آنے کو کہا تھا اور سامنے وال کلاک دس بجا رہی تھی۔ پھوپھو اپنے کمرے میں پیکنگ کر رہی تھیں۔ وہ ان کے پاس جانے کے لیے کھڑی ہوئی لیکن پھر احمد بھائی کو دیکھنے باہر نکل آئی۔ گیٹ بند تھا اس نے پنجوں پر اونچا ہو کر باہر نظر دوڑائی۔ دور دور تک کسی گاڑی کا نام و نشان نہیں تھا۔ تب وہ اندر جانے کے بجائے انیکسی کی طرف آگئی کہ کھڑے کھڑے آنٹی سے مل لے۔ دروازہ ذرا سا کھلا تھا۔ اس نے ہلکی سی دستک کے ساتھ انہیں پکارا اور ان کے آجاؤ کہنے پر اندر داخل ہوئی تو پہلی نظر اس پر پڑی جو ریک کے پاس کھڑا کتابوں میں جانے کیا تلاش کر رہا تھا۔
"السلام علیکم۔" اس نے فوراً اس کی طرف سے نظریں ہٹا کر اس کی اماں کو سلام کیا۔
"جیتی رہو خوش رہو۔ آؤ بیٹھو۔" انہوں نے دعاؤں کے ساتھ اپنے پاس بیٹھنے کا اشارا کیا تو وہ معذرت کرتے ہوئے کہنے لگی۔
"سوری آنٹی! بیٹھ نہیں سکتی۔ اصل میں میں جا رہی تھی تو سوچا آپ سے مل لوں۔"
"کہاں؟ واپس نارو ے جا رہی ہو؟" ان کے پوچھنے پر وہ بے اختیار بولی تھی۔
"نہیں، وہاں تو اب پتا نہیں جانا ہو گا بھی کہ نہیں۔"
"کیوں تمہارے ماں باپ یہیں آ رہے ہیں۔"
"جی بس تھوڑے دنوں کے لیے پھر چلے جائیں گے۔"
"اور تم؟" انہوں نے الجھ کر دیکھا تو وہ دھیمی آواز میں بولی۔
"میں پھوپھو کے پاس آجاؤں گی ہمیشہ کے لیے۔"
"ہمیشہ کے لیے۔" انہوں نے پر سوچ انداز میں دہرایا پھر ایک دم سمجھ کر مسکرائیں۔ "تو تمہاری شادی ہو رہی ہے تمہاری مبارک ہو۔"
وہ ذرا سا مسکرائی تھی کہ اس کی آواز پر چونک گئی۔
"اماں! میری ہر چیز یونہی کھو جاتی ہے۔" اس کے ساتھ ہی اس نے پلٹ کر ایک موٹی سی کتاب ٹیبل پر پٹخی تھی۔ جس سے وہ قدرے خائف ہوئی اور اماں کہنے لگیں۔
"کیا کیا کھو گیا ہے؟ مجھے بتاؤ۔"
"اب کیا بتاؤں دیر ہو گئی۔" وہ خاصا ناراض سا

کر کے نکل گیا تو اس کے دوبارہ اندر آنے سے پہلے ہی وہ اس کی اماں کو خدا حافظ کہہ کر وہاں سے چلی آئی کہ احمد بھائی آئے بیٹھے تھے۔
"کہاں چلی گئی تھیں۔" پھوپھو نے اسے دیکھتے ہی پوچھا۔
"کہیں نہیں ذرا آنٹی سے ملنے۔" وہ اسی قدر کہہ کر احمد بھائی کی طرف متوجہ ہو گئی۔ "چلیں احمد بھائی! میں تو کب سے آپ کا انتظار کر رہی ہوں۔"
"بیٹا! پہلے ان سے چائے پانی کا تو پوچھو۔" پھوپھو نے اس سے کہا تو احمد بھائی فوراً بول پڑے۔
"جی نہیں شکریہ۔ مجھے ابھی آفس بھی جانا ہے۔ تم اپنا سامان جو بیگ وغیرہ ہے لے آؤ۔" اس کے پھوپھو ساتھ ہی کھڑے ہو گئے تو وہ جلدی سے جا کر اپنا بیگ گھسیٹتی ہوئی لے آئی۔
"تمہیں پھوپھو کا گھر راس آگیا ہے؟" احمد بھائی نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا تو اس نے شاید سنا ہی نہیں کبھی نہیں تھی۔
"بہت ہی گڈ!" احمد بھائی اس کا جی اعتراف میں سر ہلانے پر مسکرائے پھر کہنے لگے۔ "میں زیادہ تو نہیں جانتا تمہاری پھوپھو کے گھر والوں کو بھی کبھی کبھار سرسری سی ملاقات ہو جاتی ہے۔ اچھا لڑکا ہے اور کچھ مغرور بھی ہے یا ہو سکتا ہے یہ میرا خیال ہو۔ تمہیں کیسا لگتا ہے؟"
"نہیں مجھے تو مغرور نہیں لگتے۔" اس نے اپنی سادگی سے کہا۔ تو احمد بھائی بس ایک نظر اسے دیکھ کر رہ گئے تھے۔

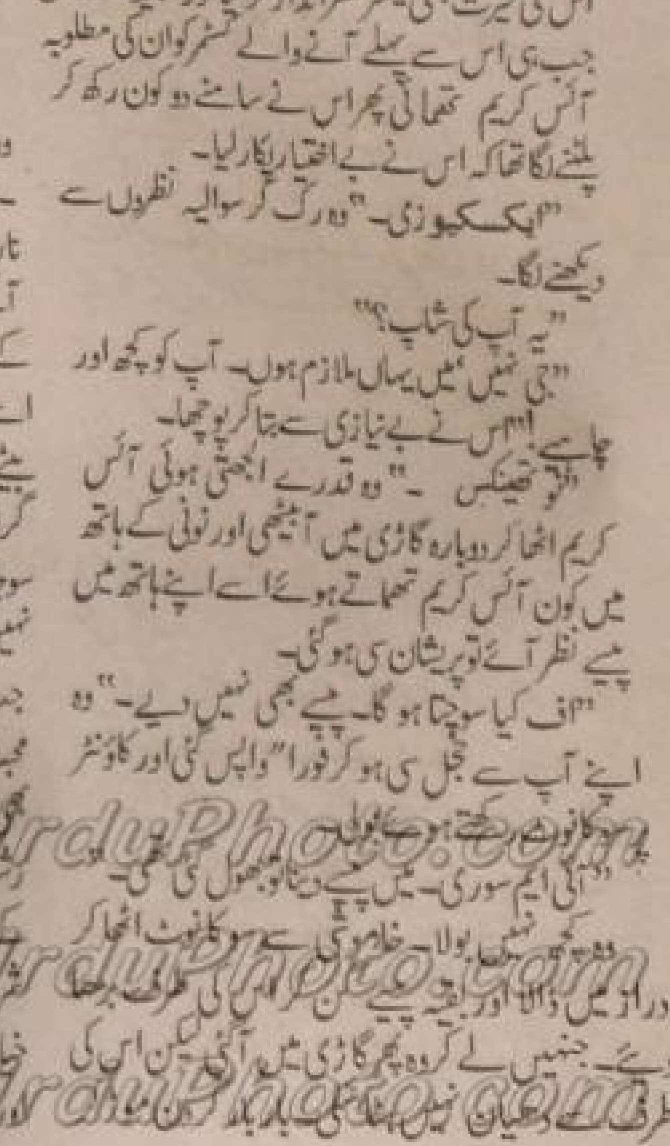
♥ ♡ ♡ ♥

وہ پہلے خالہ کے ہاں آئی تھی تو بہت اچھا وقت گزرا تھا۔ خصوصاً احمد بھائی کے بچوں کے ساتھ، ابھی بھی سارا دن ان ہی کے ساتھ لگی رہتی لیکن اب جیسے وقت گزر کے نہیں دے رہا تھا۔ آذر کا فون آتا تو وہ بھی کہتا تھا اور شکوہ بھی کرتا کہ وہ خالہ کے ہاں کیوں چلی گئی اور واپسی پر اصرار کرتا تو اس سے وہ یہی کہتی کہ اب دن ہی کتنے رہ گئے ہیں بس ڈیڈی آنے والے ہیں۔
پھر جس روز ممی ڈیڈی اور عمیر آئے اس دن سے اس کی شادی کی شاپنگ شروع ہو گئی۔ تب پھر جیسے دن بھاگنے لگے تھے۔ احمد بھائی نے بڑی فراخدلی سے اپنی گاڑی ان کے تصرف میں دے دی تھی۔ ڈیڈی تو ایک دن بھی مشکل سے خالہ کے ہاں رہے تھے اور اگلے دن پھوپھو کے پاس چلے گئے۔ عمیر کو شبلی آکر اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ تو پھر وہ بھی وہیں کا ہو رہا۔ کیونکہ خالہ کے ہاں اسے کمپنی دینے والا کوئی نہیں تھا اس لیے ممی نے اسے نہیں ٹوکا اور جو خریداری کرنی ہوتی خالہ کے ساتھ چلی جاتیں۔ اسے صرف اپنی خاص چیزوں سے دلچسپی تھی۔ پھر بھی روزانہ ممی اور خالہ کے ساتھ جانا پڑتا کیونکہ گاڑی وہی ڈرائیو کرتی تھی۔ اس وقت وہ ممی اور خالہ کے ساتھ جانے لگی تو نوفی ساتھ چلنے کی ضد کرنے لگا بھابھی نے اسے بہت بہلانے کی کوشش کی لیکن وہ مچل مچل کر رونے لگا تھا۔ تب وہ اسے بھابھی کی گود سے جھپٹتے ہوئے بولی۔
"لے چلتے ہیں ناں خالہ! تنگ نہیں کرے گا۔"
"تنگ کرنے کی بات نہیں ہے بیٹا! ہم کہاں تک اسے اٹھائے پھریں گے، اتنے رش میں خود سے تو یہ چلے گا نہیں۔" خالہ نے کہا تو وہ نوفی کو چمکارتے ہوئے بولی۔
"کوئی نہیں نوفی اور میں گاڑی میں بیٹھے رہیں گے، ٹھیک ہے ناں نوفی؟"
"اچھا چلو، دیر ہو رہی ہے۔" ممی نے اسے آگے دھکیلا تو وہ نوفی کا ہاتھ پکڑ کر بھابھی کو ٹاٹا کرتی ہوئی باہر نکل آئی۔
ممی کو آج جیولر کے پاس جانا تھا اور اب تو اسے کافی حد تک راستے یاد ہو گئے تھے۔ بڑے آرام سے طارق روڈ پہنچ گئی اس کے بعد خالہ نے جہاں کہا وہیں گاڑی روک دی۔ پھر ممی اور خالہ اتر کر چلی گئیں تو اس نے نوفی کو بہلانے کے لیے اسے غبارے خرید کر دے دیے اور خود اپنی بنائی ہوئی لسٹ نکال کر دیکھنے لگی۔ جس میں اس نے اپنی چند ضروری چیزیں لکھی تھیں۔ لیکن پھر نوفی کی وجہ سے اس نے آج کی تاریخ میں اپنی

خریداری ملتوی کردی اور لسٹ دوبارہ پرس میں ڈال کر نونی کو دیکھا تو وہ سامنے اشارہ کرتے ہوئے بولا۔
"آئس کریم۔"
"کھاؤ گے۔ رکو میں لے کر آتی ہوں۔" اس نے پرس میں سے پیسے نکالے پھر نونی کو آرام سے بیٹھے رہنے کی تاکید کرتی ہوئی اتر کر آئی اور وہ کاؤنٹر کے اندر بڑے سے ڈیپ فریزر کے اندر جھکے شخص کو مخاطب کر کے بولی۔
"سنیں دو کون دے دیں۔" وہ شاید پہلے ہی آئس کریم نکال رہا تھا' جب سیدھا ہو کر پلٹا تو اس کے دونوں ہاتھوں میں چار پانچ پیک تھے۔ جنہیں دیکھ کر وہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس کے چہرے پر نظر پڑتے ہی بات اس کے ہونٹوں میں رہ گئی اور آنکھیں حیرت سے پوری کھل گئی تھیں' جبکہ غازم احمد بالکل نارمل تھا۔ اس کی حیرت بھی یکسر نظر انداز کر گیا اور شاید اسے بھی جب ہی اس سے پہلے آنے والے کسٹمر کو ان کی مطلوبہ آئس کریم تھمائی پھر اس نے سامنے دو کون رکھ کر پلٹنے لگا تھا کہ اس نے بے اختیار پکار لیا۔
"ایکسکیوزمی۔" وہ رک کر سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔
"یہ آپ کی شاپ؟"
"جی نہیں میں یہاں ملازم ہوں۔ آپ کو کچھ اور چاہیے؟" اس نے بے نیازی سے بتا کر پوچھا۔
"نو تھینکس۔" وہ قدرے الجھتی ہوئی آئس کریم اٹھا کر دوبارہ گاڑی میں آبیٹھی اور نونی کے ہاتھ میں کون آئس کریم تھماتے ہوئے اسے اپنے ہاتھ میں پیسے نظر آئے تو پریشان سی ہو گئی۔
"اف کیا سوچتا ہو گا۔ پیسے بھی نہیں دیے۔" وہ اپنے آپ سے خجل سی ہو کر فوراً واپس گئی اور کاؤنٹر پر پیسے رکھتے ہوئے بولی۔
"آئی ایم سوری۔ میں پیسے دینا تو بھول ہی گئی۔"
وہ کچھ نہیں بولا۔ خاموشی سے سو کا نوٹ اٹھا کر دراز میں ڈالا اور بقیہ پیسے اس کی طرف بڑھا دیے۔ جنہیں لے کر وہ پھر گاڑی میں آگئی لیکن اس کی طرف سے دھیان نہیں ہٹا سکی بلکہ بار بار ادھر دیکھتی۔ وہ بڑی مستعدی سے کسٹمرز کو ڈیل کر رہا تھا اور اس کے چہرے پر تو ایسا کوئی تاثر نہیں تھا جس سے پتا چلتا کہ وہ اس کام سے خوش ہے یا ناخوش پھر بھی جانے کیوں وہ اس سے ہمدردی محسوس کرنے لگی تھی۔ جبکہ اس کا ذہن متضاد سوچوں میں گھر گیا تھا۔ کبھی اس کی ماں کا خیال آتا' کبھی آذر کی باتیں جو اس نے غازم کے بارے میں کی تھیں اور وہ خود جانے کیسا لگ رہا تھا۔ شاید اس کام کے لیے انتہائی ناموزوں۔
"پھوپھو آ رہی۔" نونی نے اس کا ہاتھ ہلا کر کہا تو اس نے چونک کر اسے دیکھا پھر اس کے اشارے کی سمت ادھر سے ممی اور خالہ آ رہی تھیں۔
"تھینکس گاڈ!" اس نے گہری سانس کھینچتے ہوئے کہا پھر ان دونوں کے بیٹھتے ہی گاڑی اسٹارٹ کر دی۔



پھر ایسی ہی مصروفیات میں بقیہ دن بھی گزر گئے اور وہ خالہ کے گھر سے وداع ہو کر پھوپھو کے گھر میں آ گئی۔ شاید قسمت اسی کو کہتے ہیں کہ سجیلہ کی شادی میں ناروے سے آتے ہوئے اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ آگے اس کی زندگی کا نیا سفر اس کا منتظر ہے اور اس سفر کے آغاز پر وہ بہرحال بے حد خوش تھی اور پتا نہیں اسے اپنی خوشی میں مگن ہو کر انیکسی میں مقیم اس ماں بیٹے کا خیال نہیں آیا یا آذر نے اس کے ہر خیال پر گرفت کر دی تھی کہ کسی وقت بھی اس نے یہ نہیں سوچا کہ اس کی شادی میں وہ دونوں آئے بھی تھے کہ نہیں اور ان کی بابت وہ سوال بھی اسی وقت کر سکتی تھی جب اس کا دھیان ادھر جاتا۔ شاید ابتدائی دنوں کی محبت کا نشہ تھا جو باڑھ کے قریب سے گزرتے ہوئے بھی اسے کچھ یاد نہیں آتا تھا۔ بہرحال پہلا ہفتہ عزیز رشتہ داروں کی دعوتوں میں جاتے آتے گزر گیا اس کے بعد ممی ڈیڈی نے واپس ناروے جانے کی تیاری شروع کر دی تو اس تمام عرصے میں اسے پہلی بار یہ خیال آیا کہ وہ اپنے ممی ڈیڈی سے کتنی دور آ گئی ہے۔ اور اب سالوں نہیں تو کم سے کم بھی ایک سال بعد ان



مل سکے گی۔
"ممی! اب آپ ڈیڈی کو فورس کیجیے گا کہ وہ اپنا وائنڈ اپ کر کے یہیں آ جائیں۔" اس نے ممی کی پیکنگ میں ان کا ہاتھ بٹاتے ہوئے کہا تو وہ مایوسی سے بولیں۔
"چاہتی تو میں بھی یہی ہوں بیٹا! لیکن عمیر کی تعلیم مکمل ہونے تک تو ایسا ممکن نہیں ہے۔"
"عمیر کی تعلیم میں ابھی تین چار سال ہیں تو کیا اتنا عرصہ میں۔"
"نہیں بیٹا! اس دوران تمہارے ڈیڈی بھی تمہارے پاس اور ہو سکتا ہے میرا چکر بھی لگ جائے۔" ممی نے فوراً اسے تسلی دی پھر کہنے لگیں۔
"ویسے اللہ کا شکر ہے یہاں کا ماحول کافی تبدیل ہو گیا ہے۔ تم انشاء اللہ جلدی ایڈجسٹ کر لو گی۔"
"آپ بھی فکر نہیں کریں۔ آپ نے دیکھ ہی لیا ہے یہ لوگ کتنے اچھے ہیں۔ کتنا خیال رکھتے ہیں۔" اس نے اپنی طرف سے مزید اطمینان دلانے کی خاطر کہا۔
"ہوں۔ چلو اب یہ کام چھوڑو اور میرے ساتھ ذرا [illegible] کے ہاں چلو تمہارے ڈیڈی اور عمیر تو پتا نہیں کب آئیں گے' صبح سے نکلے ہوئے ہیں۔" ممی نے اٹھتے ہوئے کہا تو وہ ایک نظر اپنے کپڑوں پر ڈال کر بولی۔
"میں چینج کر لوں' تب تک آپ پھوپھو کو بتا دیں۔" پھر جاتے جاتے رک کر پوچھنے لگی۔ "لیکن ممی ہم جائیں گے کیسے؟ گاڑی تو ڈیڈی لے گئے ہیں اور دوسری انکل کے پاس ہے۔"
"تمہاری پھوپھو ٹیکسی منگوا دیں گی۔ تم جاؤ جلدی کرو۔" ممی کی عجلت پر وہ بھاگ کر اپنے کمرے میں چلی گئی اور کچھ ہی دیر میں تیار ہو کر نکلی تو ممی پھوپھو کے ساتھ لابی سے باہر جا رہی تھیں' وہ ان کے پیچھے چل دی۔
پھوپھو کے کہنے پر چوکیدار ٹیکسی لے آیا تھا۔ وہ اپنا ڈھلکا دوپٹہ سنبھالتی ممی کے ساتھ بیٹھنے لگی تھی کہ اسی دم انیکسی کا چھوٹا گیٹ کھول کر وہ باہر نکلا تھا۔ بڑی عجلت میں تھا لیکن اسے دیکھ کر بالکل غیر ارادی طور پر نہ صرف رکا بلکہ اس کے قریب آ کر بولا۔
"شادی مبارک۔"
"تھینک یو۔" اس نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا "آپ آئے تھے؟"
"آپ نے بلایا تھا؟" سوال تھا یا شکوہ وہ سمجھ نہیں سکی پھر بھی خجل سی ہو گئی۔
"میں نے نہیں پھوپھو نے تو بلایا ہو گا' لیکن میں نے تو آپ کی اماں کو بھی نہیں دیکھا۔ ٹھیک تو ہیں ناں؟"
"جی ہاں بالکل ٹھیک ہیں۔" وہ کہہ کر پلٹا اور تیز تیز قدموں سے چلتا چلا گیا۔
"کون تھا یہ؟" اس کے بیٹھتے ہی ممی نے اس سے پوچھا تو وہ جو ابھی تک اس کے پیچھے دیکھ رہی تھی چونک کر بولی۔
"آذر کا کزن ہے۔ فرسٹ کزن۔"
"یہاں رہتا ہے۔" ممی نے قدرے تعجب سے کہا۔
"جی' انیکسی میں یہ اور اس کی اماں رہتی ہیں۔ بہت اچھی خاتون ہیں میں ملی ہوں ان سے آپ کو بھی جانتی ہیں۔ بتا رہی تھیں کہ جب آپ یہاں کراچی میں تھیں تو پھوپھو کے گھر ان کی آپ سے ملاقات ہوتی تھی۔ آپ کو یاد نہیں ہے۔" اس نے سادگی سے بتا کر آخر میں پوچھا تو ممی ذہن پر زور دیتے ہوئے بولیں۔
"اچھا ہاں آذر کے چچا ان کی تو شاید ڈیتھ ہو گئی ہے۔"
"جی۔"
"تو ان کی بیوی اور یہ بیٹا یہاں تمہاری پھوپھو کے گھر میں رہتے ہیں بتایا نہیں تمہاری پھوپھو نے مجھے اپنی دیورانی کے بارے میں اور میرا سامنا بھی نہیں ہوا ان سے یا شاید ہوا ہو تو میں پہچان نہیں سکی۔" ممی سوچتے ہوئے انداز میں بول رہی تھیں۔
"نہیں ممی! وہ اس طرف نہیں آتیں اور میں نے

پھوپھو کو بھی ان کے پاس جاتے ہوئے نہیں دیکھا۔" اس نے کہا تو ممی نے کچھ بے دھیانی میں اسے دیکھا پھر کہنے لگیں۔

"ہو گی کوئی بات، تمہیں بہرحال ان کے معاملات میں بولنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"کیسے معاملات۔؟"

"یہی کہ وہ ایک دوسرے کے پاس آتی جاتی ہیں یا نہیں۔" ممی سرسری انداز میں کہہ کر شیشے سے باہر دیکھنے لگیں تو وہ سر جھٹک کر ٹیکسی ڈرائیور کو راستہ بتانے لگی۔

♥ ♡ ♡ ♥

ممی ڈیڈی چلے گئے تو اس گھر کی وہی روٹین شروع ہو گئی بس یہ ہوا کہ آذر آفس سے جلدی گھر آنے لگا اور کچھ دیر آرام کے بعد اسے کہیں نہ کہیں لے جانے کے لیے تیار ہو جاتا اور گو کہ ابھی کچھ عرصہ پہلے ہی اسے احمد بھائی نے سارا شہر گھمایا تھا لیکن اب آذر کے ساتھ تو ہر جگہ پہلے سے زیادہ حسین لگ رہی تھی۔ خصوصاً "ہاکس بے" آج وہ اس کے ساتھ دوسری بار آئی تھی 'وہی اونچی چٹانوں سے ٹکراتا پانی' تماشے دیکھ کر اس کا دل اندر ہی اندر کانپنے لگتا تھا' ایک انجانا سا خوف وہ ابھی بھی محسوس کر رہی تھی لیکن اس سے زیادہ اسے آذر کا ساتھ اچھا لگ رہا تھا۔ دونوں ہاتھوں سے اس کا بازو مضبوطی سے تھام کر چلتے ہوئی کہنے لگی۔

"پتا ہے آذر جب میں احمد بھائی اور بھابی کے ساتھ یہاں آئی تھی تو مجھے بہت ڈر لگا تھا اور میں نے فوراً" واپسی کے لیے شور مچایا تھا۔"

"اچھا۔" آذر اس کے چہرے پر نظر ڈال کر ذرا سا ہنسا۔ "ڈر تو تمہیں ابھی بھی لگ رہا ہے۔"

"ہاں!" وہ سادگی سے اعتراف کرتے ہوئے بولی۔

"لیکن اب میں واپسی کے لیے شور نہیں مچاؤں گی۔ اس لیے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

آذر کا انداز اپنی اہمیت جتانے والا تھا لیکن وہ اپنی سادگی میں سمجھی نہیں۔ مسکرا کر بولی۔

"یہی بات ہے۔ ورنہ اگر آپ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو۔"

"اور کون؟" آذر نے رک کر اسے دیکھا تو اس نے لاپروائی سے کندھے اچکائے۔

"کوئی بھی احمد بھائی، شوبی یا غازی احمد۔" آخری نام وہ خود بھی حیران سی ہو گئی کہ وہ کیسے اس کے ہونٹوں پر آ گیا تھا۔ جبکہ اس کے ساتھ ایک دو بار بس سرسری سی بات ہوئی تھی۔

"غازی!" آذر کی پیشانی پر بے شمار لکیریں نمودار ہو گئیں۔ "وہ آوارہ لوفر تم نے اس کا نام کیسے لیا؟"

"پتا نہیں۔" وہ خود حیران تھی۔ پھر آذر کی پیشانی کی لکیریں دیکھ کر اندر ہی اندر کچھ خائف سی بھی ہو گئی جب ہی بات بناتے ہوئے بولی۔ "شاید پھوپھو آج اس کا ذکر کر رہی تھیں۔ خیر چھوڑیں یہ بتائیں گاڑی میں کچھ کھانے کو بھی ہے کہ نہیں۔"

"نہیں، تمہیں بھوک لگی ہے؟"

"ہاں۔"

"چلو پھر گھر ہی چلتے ہیں۔" آذر نے فوراً" قدم واپس موڑ لیے تو اس کی تقلید کرتی ہوئی وہ کچھ الجھ سی گئی۔ یہ تو سمجھ رہی تھی کہ غازی کے نام پر اس کا موڈ خراب ہوا ہے لیکن یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس پر کیا جتانا چاہتا ہے۔ گھر آ کر بھی وہ ایسے ہی اکھڑا اکھڑا سا رہا پھر رات کا کھانا کھاتے ہی خلاف معمول اپنے کمرے میں جا کر لیٹ گیا تو وہ پریشان ہو کر اس کے پیچھے بھاگی آئی۔

"آذر! آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟"

"ہوں۔" اس نے مختصر جواب کے ساتھ مزید آنکھوں پر بازو رکھ لیا۔

"پلیز تم ایسے نہیں کریں۔ مجھے بتائیں کیا ہوا ہے۔ کیا مجھ سے ناراض ہیں۔؟" وہ روہانسی ہو گئی۔

"نہیں، ناراضگی کس بات کی۔ بس ذرا تھک گیا ہوں اور یہ تم رونے کیوں لگیں۔" اس نے بازو ذرا سا نیچے کر کے اسے دیکھا پھر وہی بازو اس کی گردن میں ڈال دیا تو وہ اس کے سینے میں منہ چھپا کر بولی۔

"میں رو نہیں رہی۔ لیکن اگر آپ ناراض ہوئے تو میں بہت روؤں گی۔"

"فی الحال میرا تمہیں بہت رلانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ جاؤ جلدی سے چائے لے آؤ اور سگریٹ لاؤنج میں چھوڑ آیا ہوں۔ وہ بھی لیتی آنا۔" وہ اس کے بالوں میں انگلیاں پھنسا کر اس کا جوڑا خراب کرتے ہوئے بولا۔ تو وہ پلکیں جھپک جھپک کر اسے دیکھنے لگی۔

"کیا ہوا۔ اس طرح کیا دیکھ رہی ہو؟" وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"آپ ناراض تو نہیں ہیں ناں؟"

"تم اُف نیہاں! کیا بچوں جیسی باتیں کرتی ہو۔ چلو جاؤ۔" اس کے ہلکے پھلکے انداز میں ٹوکنے پر وہ فوراً اٹھ گئی۔

♥ ♡ ♡ ♥

یونہی کتنے دن گزر گئے۔ اس نے گھر کے کاموں میں پھوپھو کا ہاتھ بٹانا شروع کیا تو پھر آہستہ آہستہ پھوپھو سب کچھ اس پر چھوڑتی گئیں۔ صبح کے ناشتے سے رات کے کھانے تک۔ انیلا کو صبح یونیورسٹی جانے کی جلدی ہوتی تھی اس لیے وہ اپنی تیاری میں لگی رہتی۔ دوپہر میں روزانہ بسوں میں دھکے کھانے کا رونا روتی ہوئی آتی اور کھانا کھا کر آرام سے سو جاتی۔ پھر شام میں اس کے پاس سمسٹر کی تیاری کا بہانہ ہوتا۔

اور اس نے شروع میں تو خیال نہیں کیا لیکن جب سمجھ میں آیا تب بھی صرف کڑھ کر رہ گئی۔ کیونکہ وہ گھر کے کسی کام میں کوئی بدمزگی نہیں چاہتی تھی اور شاید اس لیے بھی اس نے خاموشی اختیار کر لی تھی کہ اس کا میکہ یہاں سے بہت دور تھا۔ گو کہ ممی نے جاتے ہوئے بار بار اس سے کہا تھا کہ جب تک وہ باہر ہیں یہاں وہ خالہ کے گھر کو اپنا سمجھے اور ان کے پاس ضرور آتی جاتی رہے تاکہ اسے اکیلے پن کا احساس نہ ہو۔

اور ابتدائی دنوں میں تو اس نے ممی کی بات پر عمل بھی کیا تھا۔ جب آذر اسے کہیں گھمانے لے جاتا تو واپسی میں وہ کچھ دیر کے لیے خالہ کے پاس جانے کی ضد کرتی اور دو تین بار اس کی بات ماننے کے بعد پھر وہ ٹالنے لگا تھا اس لیے اس نے بھی کہنا چھوڑ دیا تھا۔ وہی بات کہ وہ بدمزگی نہیں چاہتی تھی اور ابھی بھی اس نے پھوپھو اور انیلا کی بے حسی سے سمجھوتا کر لیا تھا۔ اس کا خیال تھا کسی دن آذر کو احساس ہو گا تو وہ کم از کم انیلا کو تو ضرور ٹوکے گا۔ لیکن آذر کو احساس تو کیا ہوتا اس کا وہ بھی اپنے ذرا ذرا سے کام کے لیے اسے دوڑانے لگا تھا اور چاہتا تھا منہ سے بات نکلتے ہی پوری ہو جائے۔ جہاں ذرا سی دیر ہوئی سب کے سامنے اسے سخت سست کہنا شروع کر دیتا۔

وہ ایک ایک کی صورت دیکھتی کہ کوئی تو اس کی طرف داری میں کچھ کہے لیکن ایسے میں سب انجان بن جاتے۔ ایک صرف سجیلہ تھی جو اسے گھن چکر بنے دیکھ کر انیلا کو ٹوکتی تھی کہ وہ کیوں نہیں اس کا ہاتھ بٹاتی اور ایسا بھی کبھی کبھار ہی ہوتا تھا کیونکہ سجیلہ ہر روز تو نہیں آتی تھی۔

بہرحال بہت کم عرصے میں ہی پھوپھو کا گھر اس کے لیے روایتی سسرال بن گیا تھا اور وہ اپنی ازلی سادگی سے مات کھا گئی تھی دوسرے اسے واقعی آذر سے محبت تھی اور محبت میں شاید وہ اور بھی بہت کچھ سہہ سکتی تھی۔ اس لیے جب بھی ممی کا فون آتا' وہ ان سے یہی کہتی کہ وہ یہاں بہت خوش ہے اور سب لوگ ابھی بھی اس کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ اگر ممی سامنے ہوتیں تو کبھی اس کی بات کا یقین نہ کرتیں' کیونکہ کام کی زیادتی سے زیادہ سب کی بے حسی نے اس کے سادہ و معصوم چہرے کی شادابی چھین لی تھی۔

مزید ستم آذر سب دیکھتے سب جاننے کے باوجود بھی اس وقت سب کے سامنے بہت انجان بن کر اس سے کہنے لگا۔

"میرا خیال ہے نیہاں! تمہیں یہاں کی آب و ہوا راس نہیں آئی جب ہی دن بدن کمزور ہوتی جا رہی ہو۔"

"تو پہلے کون سی موٹی تازی تھی۔ جب آئی تھی تب بھی ایسی ہی تھی۔" اس سے پہلے پھوپھو بول پڑیں اور انیلا نے ان کی تائید ضروری سمجھی۔

"اور کیا ذرا نہیں بدلی۔ ویسی کی ویسی ہے۔ البتہ مزاج بدل گیا ہے۔ پہلے ہنستی بولتی تھی۔ اب پتا نہیں کیوں چپ چپ رہتی ہے۔" آخر میں انیلا کے انداز

میں جانے کیسی معنی خیزی تھی کہ وہ چونک کر بولی۔

"نہیں تو چپ تو نہیں رہتی میں۔ بس یہ ہے کہ دیواروں سے نہیں بولتی۔"

"مبول لیا کرو ان کے بھی کان ہوتے ہیں۔" شعلی چائے کا آخری گھونٹ لے کر اٹھتے ہوئے بولا۔ "اچھا تو چلا، دیر ہو رہی ہے۔"

"رکنا شعلی! میں تمہارے ساتھ جاؤں گی۔" انیلا فوراً کرسی دھکیل کر اٹھی اور بھاگ کر اپنے کمرے سے بیگ لے کر شعلی کے پیچھے نکل گئی تو وہ آذر کو متوجہ کر کے پوچھنے لگی۔

"آپ کے لیے اور چائے بناؤں؟" آذر نے جواب دینے سے پہلے ریسٹ واچ پر نظر ڈالی پھر اسے چائے بنانے کا اشارہ کر کے اخبار اٹھا لیا۔

"تمہارے ابو آج جلدی چلے گئے۔" پھوپھو نے اٹھتے ہوئے کہا تو وہ اخبار سے نظریں ہٹائے بغیر بولا۔

"ہاں کچھ نئے کانٹریکٹ سائن کرنے ہیں انہیں۔"

"بتا رہے تھے۔" پھوپھو کہتی ہوئی چلی گئیں۔

اس نے چائے کا کپ آذر کے سامنے رکھا پھر برتن سمیٹ کر ٹیبل صاف کی اس کے بعد کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"آذر! بہت دنوں سے میں خالہ کے ہاں نہیں گئی۔ آج شام میں لے چلیں نا۔"

"ہوں، لے چلوں گا۔" اس نے مصروف انداز میں جواب دیا تو وہ زور دے کر بولی۔

"آج، آج شام میں۔"

"آج؟" اس نے سر اونچا کر کے اسے دیکھا تھا کہ پھوپھو گھبرائی ہوئی آ گئیں۔

"آذر! جلدی چلو، سجیلہ نے بلایا ہے۔ اس کی ساس بھی یہاں نہیں ہے [illegible] جلدی اٹھو اسے ہاسپٹل لے کر جانا ہے۔"

"[illegible] میں بھی چلوں پھوپھو؟" [illegible] دیکھ کر وہ ان سے زیادہ پریشان ہو گئی۔

"تم کیا کرو گی؟" پھوپھو نے پہلے تند لہجے میں کہا پھر ایک دم نرم پڑتے ہوئے [illegible] "تم یہیں رہو [illegible] انیلا یونیورسٹی سے آئے گی تو اکیلی پریشان ہو گی۔"

"اور میں اکیلی۔" وہ بس اسی قدر سوچ سکی کیونکہ اگلے پل پھوپھو کی ہدایات شروع ہو گئی تھیں جو ان کے نکلنے تک جاری رہیں۔

"فکر نہیں کرو۔ میں امی کو چھوڑ کر آ جاؤں گا۔" آذر کو شاید اس کی سہمی ہوئی شکل پر رحم آ گیا تھا جب ہی تسلی دیتا گیا۔

وہ [illegible] بند کر کے اندر آئی تو گو کہ کچھ کرنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا لیکن اپنا دھیان بٹانے کی خاطر وہ روز مرہ کے کاموں میں لگ گئی۔ آذر نے کہا تھا کہ وہ پھوپھو کو چھوڑ کر آ جائے گا لیکن گیارہ بجے وہ کاموں سے فارغ بھی ہو گئی اور وہ نہیں آیا۔ فون تک نہیں کیا۔ اس نے تین بار سجیلہ کے گھر کا نمبر ملایا لیکن ادھر شاید کوئی نہیں تھا۔ جب ہی بیل بجتی رہی اور کسی نے فون نہیں اٹھایا۔ موبائل کا اسے پتا نہیں تھا ورنہ وہاں بھی ٹرائی کر لیتی۔ البتہ آفس کی طرف اس کا بالکل دھیان نہیں گیا کہ وہاں سے معلوم کرے کہ آذر پھوپھو کو چھوڑ کر آفس پہنچ گیا ہے یا ابھی تک ان ہی کے ساتھ ہے۔ بس سجیلہ کے گھر ہی ٹرائی کرتی رہی اور اپنے آپ پریشان ہوتی رہی۔ اکیلی ہونے کی وجہ سے واہموں میں گھری تھی اور جب کسی طرح اپنا دھیان نہیں بٹا سکی تب گھبرا کر انیسی کی طرف نکل آئی۔ دروازے پر دستک دی تو ہلکی سی آواز آئی۔

"کھلا ہے آ جاؤ۔" اس نے ہینڈل گھما کر دروازہ دھکیلا اور اندر داخل ہوئی تو پہلی نظر میں اسے کوئی نظر نہیں آیا۔

"آنٹی!" اس نے پکارا تب لحاف میں حرکت ہوئی پھر انہوں نے چہرہ باہر نکالا تو وہ فوراً ان کے قریب جا کر بولی۔

"کیا ہوا ہے آپ کی طبیعت خراب ہے کیا؟"

"ہاں بخار آ گیا ہے۔" "نہیں شاید بہت سردی لگ گئی تھی۔" کپکپاتی آواز میں بولیں۔ "بدن میں بہت درد ہے۔ ٹوٹ رہا ہے۔"

"دوائی۔" وہ بے اختیار بیٹھ کر لحاف کے اوپر سے ان کا بدن دبانے لگی۔

[illegible] لینے آتا ہو گا۔"

"[illegible] آپ کے لیے چائے لاتی ہوں۔" وہ انہیں [illegible] میں جاتے دیکھ کر جلدی سے کچن میں چلی گئی [illegible] میں چائے بنا کر واپس آئی تو کمرے میں ان [illegible] کی آواز گونج رہی تھی۔

"[illegible] آنٹی! انہیں چائے پی لیں، سردی کم ہو [illegible]" وہ گھبرا کر انہیں پکارنے لگی تب ہی وہ آ گیا [illegible] دروازے میں رک کر اسے دیکھتا رہا پھر ذرا سا [illegible] آمد سے خبردار کیا تو وہ ایسی ہی گھبراہٹ [illegible] کی طرف پلٹ کر بولی۔

"[illegible] اٹھ نہیں رہیں۔ یہ چائے۔" اس نے [illegible] آ کر اس کے ہاتھ سے مگ لے لیا پھر ماں کے [illegible] کا کندھا ہلاتے ہوئے بولا۔

"اماں! اٹھیں میں دوا لے آیا ہوں اور دیکھیں یہ [illegible] نے آپ کے لیے بنائی ہے پہلے یہ پی [illegible]" انہوں نے [illegible] اس نے بہت احتیاط سے انہیں سہارا دے کر [illegible] ہاتھ سے گھونٹ گھونٹ چائے پلاتا ہوا [illegible] بولا۔

"[illegible] پلیز بیٹھ جائیں۔"

"جی۔" اس نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا پھر [illegible] میں اس کی میز کے کنارے ٹکتے ہوئے پوچھنے [illegible] "کب سے طبیعت خراب ہے ان کی؟"

"[illegible] نہیں، یہ بتاتی کب ہیں جب بالکل ڈھے جاتی [illegible] تو تب پتا چلتا ہے۔" وہ جیسے اپنے آپ سے [illegible]

"[illegible] بتاؤں۔ کل شام تک تو اچھی بھلی تھیں [illegible] رات میں [illegible] لگی اور صبح تک بخار آ گیا۔"

"ہاں آپ کو ہمیشہ اچانک ہی بخار آتا ہے۔ چلیں [illegible] دوائیں اور آرام سے سو جائیں۔ کوئی کام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ انہیں ایک ٹیبلٹ [illegible] کے ساتھ بولتا جا رہا تھا۔ "میں اپنے کھانے کا انتظام کر لوں گا اور آپ کے لیے دلیہ بھی بنا دوں گا۔"

"لیکن تمہیں تو۔" انہوں نے اس قدر کہا تھا کہ وہ [illegible]

"[illegible] نہیں جانا مجھے آپ کو اس حالت میں چھوڑ کر۔"

"چلے جاؤ بیٹا! شاید آج قسمت مہربان ہو جائے۔" انہوں نے عاجزی سے کہا تو وہ سر جھٹک کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"بس رہنے دیں۔ اپنی قسمت میں صرف خواری لکھی ہے۔" اس کے ساتھ ہی کمرے سے نکل گیا تو وہ بلا ارادہ اس کے پیچھے دیکھنے لگی تھی۔

"مجھے بھی آج ہی بیمار ہونا تھا۔" اس کی اماں کی بڑبڑاہٹ پر وہ چونک کر ان کی طرف متوجہ ہوئی۔

"جی مجھ سے کچھ کہا؟"

"تم سے کیا کہوں بیٹی۔ شادی کے بعد پہلی بار آئی ہو۔ تم سے چائے پانی کا بھی نہیں پوچھ سکتی۔" وہ دوبارہ لیٹتے ہوئے بولیں۔

"آپ شرمندہ کر رہی ہیں آنٹی! مجھے تو بہت پہلے آنا چاہیے تھا۔"

وہ واقعی اپنے نہ آنے پر شرمندہ تھی۔ انہوں نے ایک بار پوری آنکھیں کھول کر اسے دیکھا پھر آنکھیں بند کر لیں اور کچھ ہی دیر میں ان کے خراٹوں کی آواز آنے لگی تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور احتیاط سے دروازہ کھول کر کمرے سے نکلی تو آگے برآمدے میں وہ جانے کس سوچ میں کھڑا تھا۔ پہلے اس نے سوچا خاموشی سے نکل جائے لیکن پھر خیال آنے پر رک کر پوچھنے لگی۔

"سنیں، آپ کو کہاں جانا تھا؟" اس کے دیکھنے پر قدرے سٹپٹا کر بولی۔ "میرا مطلب ہے آپ کو اگر کسی ضروری کام سے جانا ہے تو ضرور جائیں۔ آنٹی کی فکر نہیں کریں۔ انہیں میں دیکھ لوں گی، دلیہ بنا کر بھی کھلا دوں گی انہیں اور وقت پر دوا بھی دے دوں گی۔"

"شیور؟" اس کی آنکھوں میں حد درجہ بے یقینی سمٹ آئی تھی۔

"شیور، آپ اطمینان سے جائیں۔ ابھی آنٹی سو رہی ہیں۔ میں ایک گھنٹے بعد دلیہ لے آؤں گی۔" اس نے یقین دلایا۔

"لیکن مجھے آنے میں دیر ہو سکتی ہے۔ شام یا شاید رات۔" وہ شش و پنج میں اسے دیکھنے لگا تھا۔

"تو پرابلم میں ادھر چکر لگاتی رہوں گی آپ کے آنے تک۔"

"تھینک یو۔" وہ ممنونیت سے کہہ کر اندر چلا گیا تو برآمدے کی سیڑھیاں اترتے ہوئے اسے کافی وقت گزرنے کا احساس ہوا۔ پھر آذر کا خیال آتے ہی اس نے قدموں کی رفتار تیز کر دی۔ ڈرائیو وے پر گاڑی نہیں تھی اور گیٹ بھی اسی طرح بند تھا پھر بھی اندر آتے ہی اس نے بے اختیار آذر کو پکارا اور کوئی جواب نہیں آیا تو بجائے اطمینان کے وہ نئے سرے سے پریشانی میں گھر گئی۔

دو بج رہے تھے۔ انیلا بھی آنے والی تھی اور اس کا خیال کر کے وہ روٹی ڈالنے کے ارادے سے اٹھی تھی کہ فون کی بیل پر پھر بیٹھ گئی۔ اور ریسیور اٹھا کر جیسے ہی ہیلو کہا ادھر سے آذر بے حد تند لہجے میں بولا۔

"زندہ ہو تم؟"

"جی۔" وہ کچھ بھی نہیں۔

"صبح سے فون کر کر کے تھک گیا ہوں کیا کانوں میں روئی ٹھونس کر بیٹھی تھیں یا جان بوجھ کر۔"

"سوری، سوری آذر! وہ میں ذرا آنٹی کے پاس چلی گئی تھی۔" اس نے سمجھتے ہی معذرت کے ساتھ کہا۔ لیکن اس کا لہجہ نہیں بدلا۔

"کون آنٹی؟"

"آپ کی چچی جان۔ وہ بے چاری بہت بیمار ہیں۔ میں ان کے پاس بیٹھ گئی تھی۔ لیکن اس سے پہلے میں نے آپ کا انتظار کیا تھا۔ آپ نے کہا تھا پھوپھو کو چھوڑ کر آجائیں گے کہاں ہیں پھوپھو اور سجیلہ آپی؟" اس نے صاف گوئی سے بتا کر پوچھا۔

"تمہیں کیا۔ تم جاؤ بیماروں کی تیمارداری کرو۔" آذر نے کھٹاک سے فون بند کر دیا تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ ریسیور رکھ کر ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑ رہی تھی کہ انیلا [illegible] کر ٹھٹھک گئی۔

"نیہاں! کیا ہوا تمہیں؟"

"کچھ نہیں۔" وہ دل گرفتہ سی بس یہی کہہ سکی۔

"کچھ نہیں تو رو کیوں رہی ہو اور آذر کہاں ہیں؟" انیلا کو خاموشی کا احساس ہوا تو ادھر ادھر دیکھ کر پوچھا۔

"پھوپھو سجیلہ آپی کی طرف گئی ہیں بلکہ ان کے ساتھ ہاسپٹل۔ صبح تمہارے جانے کے کچھ دیر بعد ہی آذر انہیں لے گئے تھے۔ پھر میں آنٹی کے پاس چلی گئی۔" اس نے تفصیل سے ساری بات بتائی تو سکون سے سننے کے بعد انیلا کہنے لگی۔

"ٹھیک تو ناراض ہوئے ہیں آذر بھائی۔ تمہیں کیا ضرورت تھی چچی کے پاس جانے کی۔ کبھی تم نے ہم میں سے کسی کو جاتے ہوئے دیکھا ہے یا وہ آئی ہیں۔ پھر تم کیوں۔"

"میں اکیلی تھی۔" وہ فوراً بولی۔

"یہ کوئی جواز نہیں ہے نیہاں۔ اپنے گھر میں یقیناً اور خصوصاً امی کی غیر موجودگی میں اس گھر کی ساری ذمہ داری تم پر عائد ہوتی ہے اور تم سارا گھر کھلا چھوڑ کر وہاں جا بیٹھیں کیا لگتی ہیں وہ تمہاری؟" انیلا کے لہجے انداز پر وہ جزبز سی ہو گئی۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"دیکھو، میں تمہیں سمجھا رہی ہوں کہ۔" فون کی بیل سے انیلا کی بات ادھوری رہ گئی اور شاید اس کا دھیان اس طرف لگا ہوا تھا جب ہی جھپٹنے کے انداز میں ریسیور اٹھا لیا۔ تو وہ کچھ غائب دماغی سے انیلا کو دیکھنے لگی۔

"جی آذر بھائی۔ کہیے کیا خبر ہے۔"

"سچ۔"

"آپ کو بھی مبارک ہو اور فوراً گاڑی بھیج دیں۔ ہم ابھی جائیں گے۔"

"جی یہیں موجود ہے بات کریں گے۔"

"اچھا خدا حافظ۔" انیلا نے فون رکھ کر اسے دیکھا پھر ایک دم کھلکھلا کر بولی۔

"مبارک ہو سجیلہ آپی کا بیٹا ہوا ہے۔"

"سجیلہ آپی کا بیٹا!" وہ اچانک خوشگوار سے احساس میں گھر کر اس سے پہلے کی ہر بات بھول گئی اور فوراً اٹھتے ہوئے بولی۔ "میں جلدی سے روٹی ڈال لوں پھر میں بھی چلوں گی۔"

"ہاں جلدی کرو آذر بھائی خود آرہے ہیں۔" انیلا کہتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بھاگی تو اس نے کچن کا رخ کیا۔

اور ایسی ہی افراتفری میں وہ یہ بھول ہی گئی کہ وہ محض اپنی بیمار ماں کو صرف اس کی ذمہ داری پر چھوڑ کر گیا ہے اور وہ بھی اس کے کہنے پر وہ شام تک سجیلہ کے پاس رہی۔ آذر اسے اور انیلا کو ہاسپٹل چھوڑ کر خود آفس چلا گیا تھا اور شام میں واپسی پر ان دونوں کو لیتا ہوا گھر آیا تو آگے رات کے کھانے کی تیاری کے مرحلے سے گزرتے ہوئے بھی اسے کچھ یاد نہیں آیا کہ اس بیمار عورت کو بھی کچھ کھلانا ہے اور دوا بھی دینی ہے۔

کھانا تیار ہو گیا اور انکل کے آنے پر اس نے ٹیبل بھی لگا دیا ایک تو ہاسپٹل میں بیٹھے بیٹھے اس کی کمر اکڑ گئی تھی دوسرے آتے ہی کچن میں کھڑے کھڑے ٹانگیں بھی شل ہو گئیں۔ بڑی مشکل سے سب کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا اس کے بعد اپنے کمرے میں آ کر لیٹ گئی۔ اتنی جلدی اس کا سونے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ بس اکڑی ہوئی کمر سیدھی کرنے کا خیال تھا پھر آذر کے لیے کافی بھی بنانی تھی لیکن نیند کا ایسا جھونکا آیا کہ دوسرے پل ہی وہ بے خبر ہو گئی تھی۔

پھر رات کا جانے کون سا پہر تھا جب کچھ ملی جلی آوازوں سے اس کی آنکھ کھل گئی تو فوری طور پر کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ کمرے میں ٹیوب لائٹ روشن تھی اور دروازہ بھی ذرا سا کھلا ہوا تھا۔ اس نے اپنے برابر نظر ڈالی آذر موجود نہیں تھا۔ تب اچانک پوری طرح بیدار ہو کر وہ اٹھ بیٹھی اور بیڈ کارنر سے گھڑی اٹھا کر ٹائم دیکھا رات کے تین بجے تھے اور اس وقت سردی میں آذر کا کمرے سے نکلنا اس کی سمجھ میں نہیں آیا۔ گھڑی واپس رکھ کر اس کے لیے جانے کا سوچنے لگی تھی کہ گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز سے پریشان ہو کر فوراً لحاف پھینک کر کھڑی ہو گئی اور تقریباً بھاگتی ہوئی پہلے لاؤنج سے برآمدے میں نکلی تو وہاں آذر کو کھڑے دیکھ کر بھی وہ فوراً خود پر قابو نہیں پا سکی اور اس کا بازو تھام کر گھبرائی ہوئی آواز میں پوچھنے لگی۔

"کیا ہوا آذر اس وقت باہر کون گیا ہے؟"

"شوبی۔ امی کو لینے گیا ہے۔" آذر نے اس کے ہاتھوں پر اپنا ہاتھ رکھ کر کہا تو وہ مزید الجھ گئی۔

"کیوں۔ میرا مطلب ہے اتنی رات کو۔ سجیلہ آپی تو ٹھیک ہیں ناں اور ان کا بچہ۔"

"سب ٹھیک ہیں۔ تم جا کر سوؤ۔ سردی میں ایسے ہی اٹھ کر چلی آئی ہو جاؤ امی آجائیں گی تب میں تمہیں اٹھا دوں گا۔ چائے وغیرہ بنا دینا۔" وہ اپنا بازو اس کے ہاتھوں کی گرفت سے نکالتے ہوئے بولا۔ تو وہ نہ سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھے گئی۔

"سنا نہیں تم نے اندر جاؤ۔" وہ دانت پیس کر دھاڑا۔

"اور آپ۔" وہ سہم کر بس ایک قدم پیچھے ہٹی تو وہ اسی انداز میں بولا۔

"میں ادھر جا رہا ہوں عائز کے پاس۔ اس کی اماں کا انتقال ہو گیا ہے سمجھیں۔"

اس کی سماعتوں میں جیسے پگھلا ہوا سیسہ انڈیلا گیا تھا۔ کتنی دیر پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی پھر ایک دلدوز چیخ کے ساتھ اپنی پیشانی دیوار پر دے ماری۔

"نیہاں!" آذر نے ایک ہی جست میں اسے کندھوں سے تھام کر اپنی طرف کھینچا لیکن وہ تو جیسے پاگل ہو گئی تھی۔ چیخ چیخ کر رونے کے ساتھ جانے کیا کچھ بولے جا رہی تھی۔

"میں نے مارا ہے۔ کھانا نہیں دیا دوا نہیں دی۔"

"نیہاں ہوش کرو۔"

آذر اسے جھنجھوڑنے لگا لیکن وہ ہوش کھو بیٹھی تھی پوری قوت سے چیخنے کے ساتھ خود کو اس کی گرفت سے نکالنے کے لیے ہاتھ بھی چلا رہی تھی اور اس کی چیخوں کی آواز پر ادھر سے انیلا اٹھ کر آ گئی اور انیکسی کی طرف سے انکل بھاگے آئے جبکہ وہ باڑھ کے پاس ہی رک کر دیکھنے لگا تھا۔ پتا نہیں وہ اس کی ماں کے مرنے پر رو رہی تھی یا اپنی کوتاہی پر۔ اس کا دل چاہا بھاگ کر اس کی گردن دبوچ لے اور اسے ہمیشہ کے لیے خاموش کر دے۔ جیسے اس کی اماں خاموش ہو گئی تھیں۔

"اماں!" اس کے دل میں ٹیس اٹھنے لگیں اور آنکھیں دھندلا گئیں تو وہ وہیں سے واپس پلٹ گیا تھا۔
"اندر چلو تیہاں!" آذر اسے گھسیٹ رہا تھا۔ لیکن وہ اس کے قابو میں ہی نہیں آ رہی تھی۔ تب انکل نے وہیں لا کر انجکشن اس کے بازو میں چبھو دیا تو چند لمحوں میں وہ بے دم ہو کر آذر کے بازوؤں میں جھول گئی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

جب اسے ہوش آیا خالہ اس کے قریب بیٹھی دھیرے دھیرے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھیں۔ ان کی انگلیوں کے لمس میں وہی ممی جیسی نرمی اور محبت تھی۔ وہ کچھ دیر اس محبت کو محسوس کرتی رہی پھر آہستہ سے ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر پوچھنے لگی۔
"آپ کب آئیں خالہ؟"
"میں نہیں تم آئی ہو آذر چھوڑ کر گیا ہے تمہیں میرے پاس۔" خالہ نے کہا تو اس کی نظریں ان کے چہرے سے ہٹ کر کمرے میں چاروں اور بھٹکنے لگیں اور پھر یکلخت اس کا ذہن بیدار ہو گیا۔
"خالہ! وہ غائزہ کی اماں آپ جانتی ہیں انہیں وہ بہت بیمار تھیں میں نے انہیں دوا نہیں دی اور وہ بے چاری مر گئیں" وہ دکھ سے بولتے ہوئے دونوں ہاتھ منہ پر رکھ کر سسکنے لگی تو خالہ ایک دم پریشان ہو گئیں۔
"نہیں، نہیں بیٹی! ایسا نہیں کہتے۔ یہ خدائی کام ہیں۔ ان کا وقت پورا ہو گیا تھا چلی گئیں۔ تم اپنے دل پر بوجھ مت ڈالو۔"
"کیسے نہیں خالہ۔ میں نے خود کہا تھا غائزہ سے کہ اس کی اماں کو دلیہ بنا کر کھلاؤں گی اور وقت پر دوا دوں گی لیکن پھر میں ادھر گئی ہی نہیں۔ سجیلہ آپی ہاسپٹل چلی گئی تھیں اور شام میں آ کر بھی مجھے [illegible] نہیں رہا۔ سارا دن وہ بے چاری [illegible] احساس [illegible] بری طرح تڑپا رہا تھا۔
"اس میں تمہارا کیا قصور ہے بیٹی [illegible] جو ان کے اصل رشتہ دار ہیں انہوں نے کیا کیا ان کے لیے [illegible] اصل ان کا فرض بنتا تھا۔ اور تم نہیں کوئی [illegible]
نہیں تم خواہ مخواہ ہلکان ہو رہی ہو۔ چلو اٹھو منہ ہاتھ دھوؤ میں دلہن سے کہتی ہوں تمہارے لیے کھانا گرم کرے۔"
خالہ کو غالباً اصل صورت حال سمجھ میں نہیں آئی تھی جب ہی اسے بری الذمہ قرار دے کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔ لیکن وہ کسی طرح خود کو بری نہیں کر سکی۔ الٹا ہر لمحے اس کے اندر جرم کا احساس بڑھتا جا رہا تھا۔
سارا دن وقفے وقفے سے روتی رہی تھی جس سے اس کی آنکھیں سرخ ہونے کے ساتھ سوج بھی گئی تھیں۔ البتہ آنسو اب خشک ہو گئے تھے کہ وہ اگر رونا چاہتی تب بھی آنکھیں خالی ہی رہتیں اور ایسی ہی خالی خالی آنکھوں سے وہ چھت کو گھور رہی تھی جب آذر کمرے میں داخل ہوا اور بیڈ کے قریب آ کر پوچھنے لگا۔
"کیسی طبیعت ہے تمہاری؟" وہ بہت خاموشی سے چھت سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھنے لگی تو اس کی آنکھوں کی سرخی اور سوجن پر وہ قدرے ٹھٹکا پھر کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے بولا۔
"میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔ رات تمہیں کیا ہو گیا تھا۔ اتنا تو کوئی اپنے بہت قریبی عزیز کے مرنے پر نہیں روتا۔ جتنا تم۔" وہ بات ادھوری چھوڑ کر سر ہلا کر بولا "میرا خیال ہے تمہاری ان سے کوئی دور کی رشتہ داری بھی نہیں تھی۔"
"نہیں تھی لیکن آپ کے حوالے سے ہو گئی تھی۔ لیکن یہاں بات رشتہ داری کی نہیں ہے آذر۔ انسانیت کی ہے۔ احساس کی ہے۔"
وہ بہت دکھ سے کہہ کر پلکیں موند گئی تو کتنی دیر بعد آذر کی آواز سنائی دی۔
"اب کیا پروگرام ہے تمہارا۔ یہیں رہو گی یا چلو گی میرے ساتھ۔"
"وہاں کتنے دن رہنا ہے 'آخر تو واپس جانا ہے۔'" اس نے سوچا اور اس سے کچھ کہے بغیر لحاف سے نکل کر کھڑی ہو گئی اور ہاتھوں سے بال ٹھیک کر رہی تھی کہ بھابھی چائے لے کر آ گئیں۔
"ناحق زحمت کی آپ نے ہم جا رہے ہیں۔" آذر

نے ایک نظر ٹرے پر ڈال کر کہا تو بھابھی نے قدرے تعجب سے پوچھا۔
"ہم سے کیا مطلب؟ کیا تیہاں بھی۔"
"جی میری طرف سے کوئی زبردستی نہیں ہے یہ خود جانے کے لیے تیار ہو گئی ہیں۔" آذر نے فوراً اپنا دامن بچایا تو وہ اس کی بات رکھنے کی خاطر کہنے لگی۔
"جی بھابھی! میں خود جا رہی ہوں۔ ایسے وقت میں مجھے وہیں ہونا چاہیے۔ گھر میں لوگوں کا آنا جانا ہو گا۔ اب پوچھیں گے۔"
"یہ تو ہے۔" بھابھی اس کی تائید کرتے ہوئے بولیں۔ "بہر حال اپنا خیال رکھنا اور ہاں کھانا بس تیار ہے کھا کر جائیے گا آپ لوگ۔"
"سوری 'اتنی دیر' نہیں رک سکتا۔ پھر کبھی فرصت سے آئیں گے تو کھانا کھا لیں گے۔ ابھی یہ چائے ٹھیک ہے۔" وہ حد درجہ غیریت برت رہا تھا۔
"آپ چائے پئیں 'میں خالہ سے مل لوں۔'" کہتی ہوئی کمرے سے نکل آئی۔ اور خالہ کے پاس بس خدا حافظ کہنے ہی کچھ باتیں کی تھیں کہ وہ آ گیا پھر وہیں سے وہ اس کے ساتھ باہر نکل آئی اور تمام راستہ خود کو سمجھاتی رہی کہ اسے خود پر قابو رکھنا چاہیے اور اب اسے رونا بھی نہیں ہے۔ لیکن جیسے ہی گاڑی گیٹ سے اندر داخل ہوئی اس کا دل ڈوبنے لگا۔ محسوس ہوا ابھی باڑھ میں سے نکل کر وہ سامنے کھڑا ہو گا اور کہے گا۔
"جو ذمہ داری تم نبھا نہیں سکتی تھیں وہ اپنے سر لی کیوں؟"
"کیا ہوا؟ اترنا نہیں ہے۔" آذر نے ٹوکا تب وہ جلدی سے اپنی طرف کا دروازہ کھول کر اتری اور تیز تیز قدموں سے اندر آ گئی۔ انیلا اور شیلی ٹی وی آن کیے بیٹھی تھیں اور پھپھو تیز تیز فون پر جانے کس سے باتیں کر رہی تھیں۔ وہ کچھ دیر وہیں کھڑی رہی کہ شاید کوئی اس سے مخاطب ہو لیکن ایک سرسری نظر کے بعد دوبارہ کوئی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا تب وہ اپنے کمرے میں آ گئی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اپنے بیگانے کیسے ہو جاتے ہیں۔ یہ وہی لوگ تھے جب وہ ناروے سے آئی تھی تو سارا وقت اس کے ساتھ لگے رہتے تھے اور اب اتنے اجنبی ہو گئے تھے کہ حال پوچھنا بھی شاید اپنی توہین سمجھتے تھے۔ پتا نہیں یہ لوگ ہمیشہ سے ایسے ہی تھے یا اس سے کسی بات کا بدلہ لے رہے تھے۔
"ہو سکتا ہے ممی ڈیڈی سے کوئی پرانی دشمنی ہو۔" اس نے تکیے پر سر رکھتے ہوئے سوچا تو اسے ممی کی باتیں یاد آنے لگیں جو آذر کے پرپوزل پر انہوں نے بار بار اس سے کہا تھا کہ وہ اچھی طرح سوچ لے اور دیکھ بھی لے کہ آیا وہ اس ماحول میں ایڈجسٹ کر سکتی ہے یا نہیں۔
"تیہاں!" پھپھو کی پکار پر اس کی سوچیں منتشر ہو گئیں اور وہ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئی تو دوسری پکار کے ساتھ ہی پھپھو اندر آتے ہوئے بولیں۔
"سنا ہے رات تمہیں کوئی دورہ پڑا تھا۔ بہت شور مچایا تم نے۔ کیا ہوا تھا؟" وہ کیا کہتی انتہائی تاسف سے انہیں دیکھے گئی۔
"مجھے تو ابھی بھی تم ٹھیک نہیں لگ رہیں، یہ آذر کہاں رہ گیا تمہیں اسی وقت ڈاکٹر کو دکھا دیتا تو اچھا تھا ورنہ رات میں کہیں۔"
"مجھے کچھ نہیں ہوا پھپھو! بس وہ آنٹی کی ڈیتھ سے۔" وہ فوراً بولی تھی کہ خاموش ہو گئی۔
"ہاں جتنی عمر تھی اس کی گزار گئی۔ ہم تو اب اس کے لیے دعا ہی کر سکتے ہیں۔ پہلے اگر غائزہ اس کی بیماری کا بتاتا تو کچھ دوا دارو بھی کر دیتے۔ لیکن وہ لڑکا تو جانے اپنے آپ کو کیا سمجھتا ہے ہونہہ۔"
آخر میں انہوں نے نخوت سے سر جھٹکا اور وہ شاید ان کا انداز سمجھی نہیں جب ہی سادگی سے بولی۔
"دوا تو وہ لائے تھے لیکن۔"
اور لیکن کے ساتھ ہی جرم کے احساس نے پھر اسے گرفت میں لے لیا تھا کہ پھپھو نے پتا نہیں کیا کہا اور کیا بڑبڑاتی ہوئی گئیں۔ اسے کچھ سنائی نہیں دیا۔ گم صم انہیں دیکھتی رہی پھر تکیے میں منہ چھپا کر لیٹی تو نہ کھانے پر بلائے جانے پر اٹھی نہ آذر کے آنے پر اور وہ بھی اسے سوتا سمجھ کر سو گیا تھا۔

پھر صبح وہ نہ صرف معمول کے مطابق اٹھ گئی بلکہ ناشتا بنانے کے لیے کچن میں بھی جا پہنچی تھی۔ کیونکہ سمجھ گئی تھی کہ یہاں اس کی نازبرداری کرنے والا کوئی نہیں اور واقعی کسی نے جھوٹے منہ بھی نہیں کہا کہ اسے ابھی آرام کرنا چاہیے۔ اس کے برعکس بڑی ڈھٹائی سے ناشتا کر کے سب روانہ ہو گئے یہاں تک کہ پھوپھو بھی سجیلہ آپی کے پاس جانے کو تیار ہو گئیں تو وہ ان سے بڑی عاجزی سے بولی۔

"آپ نہیں جائیں پھوپھو! مجھے اکیلے ڈر لگے گا۔"

"ہائیں! اپنے گھر میں ڈر کیسا۔ باہر چوکیدار موجود ہے۔ میں اسے تاکید کر جاؤں گی کہ میری واپسی تک کوئی گھر میں نہ آئے۔ چلو تم گیٹ اندر سے بند کر لو۔" پھوپھو کے روکھے انداز پر وہ مزید کچھ نہیں کہہ سکی۔ البتہ بڑی آس سے آذر کو دیکھا تو وہ الٹا اسے سمجھانے لگا۔

"سجیلہ ہاسپٹل میں اکیلی ہے۔ کب کس چیز کی ضرورت پڑ جائے اسے۔ امی کا اس کے پاس ہونا ضروری ہے۔ چلیں امی! مجھے بھی دیر ہو رہی ہے۔"

"ہاں چلو۔ نیہال! تم گیٹ بند کرو۔" پھوپھو بڑے فاتحانہ انداز میں آگے چل پڑیں۔ بے شک وہ اپنے بیٹے پر حق رکھتی تھیں لیکن وہ اس کا ناجائز استعمال کر رہی تھیں۔

اس نے بہت خاموشی سے ان دونوں کو جاتے ہوئے دیکھا پھر ان کے پیچھے گیٹ بند کر کے پلٹی تو بے اختیار نظریں بائیں کے اس طرف بھٹکنے لگیں۔ جہاں سوگوار سی ویرانی چھائی تھی۔ وہ کسی معمول کی طرح اس طرف چل پڑی۔ جونہی اس وقت جب دروازہ ہاتھ لگنے سے ہی کھلتا چلا گیا۔ آگے ہی وہ پلنگ پر اسی طرح [illegible] اس نے پہلے دیکھا تھا۔ لیکن [illegible] کی طرف نہیں موڑی نہ ہی [illegible] اس کی آنکھوں میں [illegible]

"غائز!" اس نے ساری ہمتیں جمع کر کے اسے پکارا۔ [illegible] سرخ انگارہ آنکھیں جانے شدت گریہ کے باعث تھیں یا شدت ضبط کے، یا ہو سکتا ہے۔ رت جگے کی لالی ہو جس نے اس کے اندر مجرمانہ احساس کو سوا کر دیا۔ بے اختیار ہاتھ جوڑ کر بولی۔

"مجھے معاف کر دیں پلیز۔" وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا لیکن بولا کچھ نہیں۔

"میں بہت بری ہوں بلکہ مجرم ہوں۔ آپ جو چاہے سزا دے لیں مجھے میں سہیں۔" اس کے گلے میں گولہ سا اٹک گیا۔ آنکھیں چھلک پڑیں۔ تو انتہائی بے بسی سے دانتوں سے نچلا ہونٹ کاٹنے لگی لیکن وہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔ مزید چہرہ دوسری سمت موڑ لیا تو اس نے دھندلائی آنکھوں سے اس کی اماں کے خالی پلنگ کو دیکھا پھر ایک دم دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

کتنی دیر بعد جب آنسو اپنے آپ تھم گئے تب اس نے دیکھا وہ کمرے میں موجود نہیں تھا۔ پتا نہیں کچن میں یا کہیں باہر نکل گیا تھا۔ گویا اسے معاف نہیں کیا تھا۔ جب ہی تو کچھ کہے بغیر چلا گیا تھا جس سے وہ مزید دل گرفتہ سی ہو کر واپس چلی آئی۔

♥ ♡ ♡ ♥

اور پھر اس کے لیے ایک ایک پل عذاب ہو گیا۔ اپنے طور پر بہت کوشش کرتی کہ اس واقعے کو بھول جائے لیکن اسے کامیابی نہیں ہوئی۔ نہ ہی وہ خود کو سمجھانے میں کامیاب ہو سکی کہ اس عورت کی زندگی اتنی ہی تھی۔ وہ وقت پر دوا دیتی تب بھی اسے جانا تھا۔ اس کے برعکس جرم کا احساس زیادہ تھا۔ جو اسے چین نہیں لینے دیتا تھا۔ حالانکہ وہ اتنی قصوروار نہیں تھی۔ لیکن ہمیشہ کی نرم دل اور حساس جس نے دانستہ کبھی کسی کو معمولی زک بھی نہیں پہنچائی تھی اس کے لیے یہ اتفاقی حادثہ روگ بن گیا تھا۔ اگر غائز اسے معاف کر دیتا تو شاید کچھ چین مل جاتا لیکن وہ تو اس روز کے بعد سے پتا نہیں کہاں چلا گیا تھا۔ دن میں ایک بار وہ ضرور اس کے دروازے پر جاتی اور ہر بار دروازہ لاک ملتا۔ اس گھر میں کسی کو پروا ہی نہیں تھی۔ بلکہ پہلے بھی اس ماں بیٹے کا کوئی ذکر نہیں ہوتا تھا۔ جیسے سرے سے ان کا کوئی وجود نہ ہو اور خود اس نے بھی ذکر کیا تو اسے خاصی ناگواری کا سامنا کرنا پڑا جب ہی وہ کسی سے اس کے بارے میں پوچھتے ہوئے ڈرتی تھی۔ لیکن جب کافی دن ہو گئے تب اس رات بہت ہمت کر کے آذر سے پوچھ لیا۔

"آذر! وہ جو انیکسی میں آپ کا کزن تھا وہ کہیں چلا گیا کیا؟"

"نہیں تو کیوں؟" آذر نے حسب سابق پیشانی پر بل ڈال کر اسے دیکھا تو وہ اپنے ناخنوں سے کھیلتی ہوئی بولی۔

"بس یونہی۔ مجھے اس کی اماں کا خیال آ گیا تھا۔ بے چاری اچانک چلی گئیں جانے کیا ارمان ہوں گے ان کے دل میں۔"

"کوئی تعجب کی بات نہیں۔ نالائق بیٹوں کی مائیں یونہی ارمان دل میں لیے چلی جاتی ہیں۔" آذر کے تیکھے [illegible] انتہا تھا۔ جیسے محسوس کر کے وہ بے اختیار بولی۔

"لیکن ان کا بیٹا نالائق تو نہیں ہے۔"

"تمہیں کیا پتا۔ اول درجے کا آوارہ، اوباش ہے اس کا غم تو لے گیا اس کی ماں کو۔"

"نہیں آذر! وہ تو۔" وہ جانے کیا کہنے جا رہی تھی کہ اس کی چبھتی ہوئی نظروں سے ایک دم خاموش ہو گئی۔

"تمہیں اس سے کیا ہمدردی ہے؟"

آذر کا لہجہ بھی چبھتا ہوا تھا اور ایسے میں وہ اسے کیا بتاتی کہ وہ کتنی اذیت میں ہے جس سے نجات حاصل کرنے کے لیے وہ غائز احمد سے معافی مانگنا چاہتی ہے اور اس کے معاف کر دینے کے بعد ہی وہ پرسکون ہو سکتی تھی۔ لیکن آذر یہ سب کہاں سمجھ سکتا تھا۔ الٹا اسے شک کر کے رکھ دیتا اس لیے اس نے خاموشی اختیار کر لی اور بالکل غیر محسوس طریقے سے رخ موڑ کر الماری کی طرف بڑھ گئی۔

"اب اس وقت کیا کر رہی ہو سو جاؤ۔" آذر نے اس کی خاموشی کا کوئی نوٹس نہیں لیا تو اس نے بھی کچھ ان سنی کر کے الماری کے اندر سر گھسا لیا اور ادھر ادھر ہاتھ مارنے لگی۔ اسے کچھ لینا نہیں تھا بس دل جو بہت رونے کو چاہ رہا تھا اسے سمجھانے کے لیے وہ کتنی دیر اس کی طرف سے پیٹھ موڑے۔ کھڑی رہی' یہاں تک کہ وہ تھک گئی۔ لیکن دل سنبھل کے نہیں دیا۔ تب الماری بند کر کے وہ اس کی طرف پلٹ کر بولی۔

"آذر! میں مرجاؤں گی مجھے۔" اسے سوتے دیکھ کر بقیہ الفاظ اس کے ہونٹوں میں رہ گئے۔ سینے تک کمبل اوڑھے کتنا بے خبر تھا وہ۔ اس کا دل چاہا زوردار چیخ کے ساتھ اسے اٹھا دے اور پوچھے کہ وہ اس کے ساتھ دکھ سکھ شیئر کیوں نہیں کرتا۔ اسے اتنا اکیلا کیوں کر دیا ہے وہ کس کے پاس جائے کس سے احوال کہہ کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرے۔ زندگی کا شریک ہونے کے ناتے کم از کم وہ تو پوچھ سکتا ہے کہ وہ اتنی بے کل کیوں پھرتی ہے۔ کیا بات اسے پریشان کر رہی ہے اور وہ خود سے جتانا چاہتی ہے تب بھی کوئی نہیں سنتا۔

"میرے خدا! میں کیا کروں۔" وہ اپنے دکھ پر آنسو بہاتی لائٹ آف کر کے کمرے سے نکل آئی۔ اس کے اندر بے حد گھٹن تھی۔ جسے کم کرنے کے لیے اس نے لاؤنج کے یخ بستہ ماحول میں کچھ گہرے گہرے سانس لیے پھر اچانک ایک خیال آیا اور اس نے بس ایک لمحہ سوچا تھا۔ اس کے بعد بہت احتیاط سے لاؤنج سے نکلی اور تیز قدموں سے انیکسی کی طرف چل پڑی۔ دن میں تو وہ نہیں ملتا تھا۔ اس وقت بھی اس کا دروازہ بند تھا۔ وہ پہلے مایوس ہوئی پھر ہلکی سی دستک دے ڈالی۔

"کون؟" "فوراً" پوچھا گیا تو اس نے اپنے بے تحاشا دھڑکتے دل پر ہاتھ رکھ کر کچھ کہنے کے بجائے دوبارہ دستک دی اور جس طرح "فوراً" پوچھا گیا تھا اس طرح دوسری دستک کے ساتھ "فوراً" دروازہ کھلنے کے ساتھ ہی وہ ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹا تھا۔

"آپ۔"

"آئی ایم سوری۔ لیکن میں کیا کروں۔ دن میں آپ۔"

"آپ کو اس وقت نہیں آنا چاہیے تھا پلیز۔" اس نے ٹوکنے کے ساتھ دروازہ بند کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا لیکن اس سے پہلے وہ جلدی سے دہلیز پر پاؤں رکھ کر اندر داخل ہو گئی اور ایک بار پھر اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔

"مجھے معاف کر دیں۔ ورنہ میں مر جاؤں گی' آپ سوچ نہیں سکتے میں کتنی اذیت میں ہوں۔ خدا کے لیے مجھے اس اذیت سے نکال لیں۔ آپ صرف آپ ہی نکال سکتے ہیں۔"

بے تحاشا آنسوؤں کے ساتھ وہ کچھ بے ربط بول رہی تھی اور وہ آسانی سے سمجھ سکتا تھا لیکن اس کا ذہن اول تو اس کی اس وقت آمد پر ہی کچھ ماؤف ہو گیا تھا اس پر یہ خیال کہ کوئی آ گیا تو۔۔۔ اور اس تو کے بعد کا تصور ہی روح فرسا تھا اس لیے وہ اس کی صرف آواز سن رہا تھا۔ سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی کہ وہ کیا کہہ رہی ہے۔

"میرا یقین کریں' مجھ سے دانستہ کوتاہی نہیں ہوئی۔ پھر بھی آپ چاہیں تو مجھے سزا دے سکتے ہیں۔ میں ہر سزا کے لیے تیار ہوں۔ مجھ سے یہ اذیت برداشت نہیں ہوتی۔ آپ خاموش کیوں ہیں۔ کچھ تو کہیں۔"

اس نے بہت عاجزی سے اس کا بازو تھام کر ہلایا تو وہ جو اس کی آنکھوں کے ساگر میں ڈوب رہا تھا چونکنے کے ساتھ ہی اسے سامنے سے دھکیل کر باہر نکلتا چلا گیا۔

"عائز احمد!" اسے پکارنے کے لیے اس کے صرف ہونٹ ہل کر رہ گئے آواز آنسوؤں میں ڈوب گئی۔ تو اپنی اس کوشش میں ناکامی پر وہ وہیں اس کی اماں کے پلنگ پر ڈھے گئی اور بہت دیر بعد جب دل کچھ قابو میں آیا تب بوجھل قدموں سے واپس آئی تو لاؤنج میں سب کو بیٹھے دیکھ کر اس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ ابھی پہلے ناکردہ گناہ کی سزا تمام نہیں ہوئی تھی کہ دوسرا پل صراط آ گیا تھا۔

"کر آئیں منہ کالا۔ میں پوچھتی ہوں کیا کمی ہے میرے بیٹے میں جو تم بھاگ بھاگ کر اس کے پاس جاتی ہو۔" پھوپھو زہر خند سے بھری ہوئی اپنی جگہ سے اٹھی تھیں۔ ان کی تقلید میں آذر اٹھ کھڑا ہوا تو وہ بھاگ کر اس کا بازو تھام کر بولی۔

"خدا کے لیے آذر! مجھے غلط نہیں سمجھیں۔"

"بدچلن۔" آذر کے زوردار تھپڑ نے اسے چکرا دیا تھا۔ آنسو پلکوں میں ہی جم کر رہ گئے اور الفاظ ہونٹوں میں۔

"میں نے پہلے ہی کہا تھا۔ باہر سے آنے والی لڑکیاں ایک کے ساتھ نہیں رہ سکتی ہیں۔ لیکن تمہیں میری بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔" پھوپھو آذر سے مخاطب ہو کر اس کی ذات و کردار کے پرخچے اڑانے لگیں۔ "اب دیکھ لیا تم نے اپنی آنکھوں سے۔ دن میں کتنی بار مجھے چکمہ دے کر ادھر جاتی ہے اور اب رات میں بھی اس کو چین نہیں ہے۔"

"اف اتنی ذلت' ایسی رسوائی۔ کاش زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔" اس کا سر جھک گیا اور پلکوں پر جمے آنسو قطرہ قطرہ ٹپک کر کارپٹ میں جذب ہونے لگے۔

"پوچھو اس سے' یہ وہاں کیا کرنے گئی تھی۔" پھوپھو آذر کو مزید اکسا رہی تھیں اور وہ پوچھنے کے بجائے ایک دم اس کے بال مٹھی میں جکڑ کر بولا۔

"ذلیل لڑکی! اس دو کوڑی کے شخص کے ہاتھوں میری عزت و غیرت نیلام کرتے تمہیں شرم نہیں آئی۔ بھول گئیں تم کہ یہ ناروے نہیں پاکستان ہے یہاں وہ کچھ نہیں ہوتا جو تم وہاں کر آئی ہو۔"

وہ ہاتھ سے زیادہ اس کی زبان کے نشتروں سے چھلنی ہو رہی تھی۔ لیکن اپنی صفائی میں اس نے مزید ایک لفظ نہیں کہا بس پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتی رہی۔ آذر کا بس نہیں چل رہا تھا اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ جب اس کی طرف سے کوئی مزاحمت نہیں ہوئی تو اسے دور دھکیل کر چلایا۔

"دور کر دو اسے میری نظروں سے ورنہ میں شوٹ کر دوں گا اسے اور اس حرامزادے کو بھی۔ شوبی! نکالو اسے باہر اور اس کے باپ کو بلاؤ۔ جو خود نہیں سنبھال سکا اسے تو ہمارے پاس چھوڑ گیا۔"

"کیا ضرور اس نے وہاں کوئی گل کھلایا ہو گا جو۔" پھوپھو بھی شروع ہو گئیں اور اس میں اس سے زیادہ سننے کی تاب نہیں تھی۔ بمشکل خود کو گھسیٹتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھنے لگی تو شوبی جانے خود یا کسی کے اشارے پر فوراً حرکت میں آ گیا اور

اس کے گیٹ تک پہنچنے سے پہلے گاڑی باہر نکال لی۔ اور اس کے آنے پر دروازہ کھول کر زبردستی اسے بٹھایا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

اسے خالہ کے گھر میں ایک ہفتہ ہو گیا تھا۔ اس دوران خالہ جان' احمد بھائی اور بھابھی بھی اس سے پوچھ پوچھ کر تھک گئی تھیں کہ اس کے ساتھ کیا ہوا ایسی کیا بات ہو گئی تھی جو رات کے تیسرے پہر اسے چھوڑ گیا تھا۔ لیکن اس کے ہونٹوں پر چپ کی ایسی مہر لگی تھی جو ٹوٹ کے نہیں دی۔ اس لیے نہیں کہ اس نے کوئی گناہ کیا تھا یا اپنے کیے پر شرمندہ تھی بلکہ پھوپھو اور سب گھر والوں سے زیادہ آذر کی لاپروائی نے اسے اپنی ہی نظروں میں گرا دیا تھا۔ کتنا مان تھا اسے اس شخص پر جس کی محبت میں وہ سب کے بے مروت رویوں کو برداشت کر رہی تھی اور اس نے صفائی کی ضرورت ہی نہیں سمجھی بلکہ چھوٹتے ہی کہہ دیا کہ وہ اس کی عزت و غیرت نیلام کر آئی ہے۔ اف اتنا بھیانک الزام اور اتنے یقین کے ساتھ کہ وہ اپنی ساری زندگی کی تپسیا سے بھی اسے نہیں دھو سکتی تھی۔ پھر وہ کیوں اپنی بے گناہی کی قسمیں کھائے۔

وہ سارا وقت سوچتی اور کڑھتی رہتی اور اس کے اندر دکھ تھا ساتھ تنفر بھی شامل ہونے لگا تھا اور اسی تنفر میں اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ اپنی صفائی میں ایک لفظ نہیں کہے گی۔ آذر کو خود اپنے کیے پر نادم ہو کر آنا ہو گا اور وہ تو نہیں آیا ناروے سے ڈیڈی آ گئے۔ پتا نہیں پھوپھو نے انہیں کیا کہہ کر بلایا تھا اور وہ سیدھا انہی کے پاس گئے تھے اس لیے کہ انہیں نہیں معلوم تھا کہ وہ خالہ جان کے گھر ہے ورنہ شاید پہلے اس کے پاس آتے اور اس سے تمام حالات سنتے۔ اب پھوپھو نے جانے ان سے کیا کہا تھا جو وہ اس کے آتے ہی ناراض سے تھے۔

"تم یہاں کب سے ہو؟" جب خالہ جان باپ بیٹی کو اکیلا چھوڑ کر اٹھ گئیں تب انہوں نے اس سے پوچھا تو وہ بظاہر سکون سے بولی۔

"دس دن ہو گئے ہیں۔"

"کیوں؟"

"یہ تو آپ پھوپھو سے اور آذر سے پوچھیں ڈیڈی! میں اس کا جواب نہیں دے سکتی۔" اس نے بھی منہ پھلا کر کہا تو ڈیڈی نرم پڑتے ہوئے کہنے لگے۔

"بیٹا! چھوٹے موٹے جھگڑے ہر گھر میں ہوتے ہیں۔ تمہیں اپنا گھر نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔ اس طرح تو معاملہ اور خراب ہو جاتا ہے۔"

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں ڈیڈی! میرا کسی سے کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔"

"پھر تمہارا یہاں آنے کا مطلب؟" ڈیڈی کو سمجھ نہیں پا رہے تھے۔

"آپ پھوپھو سے کیوں نہیں پوچھتے۔" وہ عاجزی سے گویا ہوئی۔

"ان کا کہنا ہے تمہارا اور آذر کا آپس کا کوئی جھگڑا ہوا تھا جس سے تم ناراض ہو کر چلی آئیں اور یہ کہ تم اگر اس انتظار میں ہو کہ تمہیں کوئی منانے آئے گا تو ایسا نہیں ہو گا۔ تم نے خود گھر چھوڑا ہے اس لیے تم خود ہی واپس جاؤ گی۔ اسے تم ان کی ضد سمجھو یا کچھ بھی۔ غلط نہیں ہے۔ غلط قدم تم نے اٹھایا ہے ان کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلیں اس لیے تمہیں ان سے معافی مانگنی ہو گی۔" ڈیڈی کو صحیح بات کا علم نہیں تھا۔ اس لیے پھوپھو کی طرف داری کرتے ہوئے اس پر ناراض ہو رہے تھے۔

"میں ایک بار نہیں سو بار معافی مانگنے کو تیار ہوں اگر جو پھوپھو اور آذر مجھ پر لگایا بہتان واپس لیں یا سچ ثابت کر دکھائیں۔" وہ ایک دم حقیقت بتانے پر آمادہ ہو کر کہنے لگی۔ "میرا جرم یہ ہے کہ میں عائز احمد سے اپنی کوتاہی کی معافی مانگنے گئی تھی۔ اس پر پھوپھو اور آذر نے بھی میری کردار کشی کی اور یہاں تک کہا کہ ناروے میں میں ایسے ہی کسی گناہ کی مرتکب ہوئی ہوں جو آپ مجھے یہاں لا کر ان کے سر تھوپ گئے۔ اس کے بعد آپ بتائیں میں کیسے وہاں رکتی جبکہ آذر مجھ پر تشدد بھی کر رہے تھے۔ انہوں نے مجھے بالوں سے گھسیٹا اور۔"

"بس بیٹا!" ڈیڈی نے ہاتھ اٹھا کر اسے مزید بولنے

سے روک دیا اور کتنی دیر خود پر ضبط کرنے کے بعد بولے "تب بھی ان کی آواز میں غصہ تھا۔
"کیا سمجھا تھا انہوں نے تمہیں۔ یتیم 'لاوارث' کوئی تمہارا پوچھنے والا نہیں۔ میں تمہیں ان کے سر تھوپ گیا تھا انہوں نے۔۔۔! اور بیٹا تم نے اتنا وقت کیسے گزارا' کبھی اشارتاً بھی کچھ نہیں بتایا۔ ہر دوسرے ہفتے تمہاری ممی تمہیں فون کرتی رہی ہیں۔ ان سے بھی کچھ نہیں کہا کس بات کا خوف تھا تمہیں؟"

"کسی بات کا خوف نہیں تھا ڈیڈی! بس میں چاہتی تھی گھر کے ماحول میں کوئی کشیدگی نہ ہو اور گھر کی بات باہر نہ جائے اس لیے میں سب کے بد صورت رویوں کو اگنور کرتی رہی اور پھر میرا خیال تھا کسی دن سب کو خود ہی احساس ہو جائے گا لیکن اس کے برعکس سب نے یہ سمجھ لیا جیسے میں مکمل طور پر ان کے رحم و کرم پر ہوں اور ان کی زیادتیاں سہنے پر مجبور۔"

وہ دکھ سے بتا رہی تھی۔ ڈیڈی نے اسے اپنے ساتھ لگا کر تسلی دی پھر عازر احمد کی والدہ کے انتقال سے ساری تفصیل سننے کے بعد کہنے لگے
"تم ابھی یہیں رہو میں تمہاری پھوپھو سے بات کرنے کے بعد تمہیں لے جاؤں گا۔"
"کہاں؟" اس نے چونک کر پوچھا تو ڈیڈی نے جانے سنا نہیں یا قصداً" جواب دینے سے گریز کیا۔ اٹھتے ہوئے بولے
"میں چلتا ہوں۔ صبح آؤں گا اور بیٹا! تم اپنے ذہن پر مزید بوجھ مت ڈالو اپنا خیال رکھو گی۔"
اس نے ذرا سا سر ہلایا اور ان کے پیچھے دروازے تک جا کر پلٹ آئی کیونکہ آگے وہ خالہ جان کو ساری تفصیل بتانے کھڑے ہو گئے تھے اس کے بعد پتا نہیں [illegible] لگ گئی تھی۔
پھر صبح ناشتے کے بعد سے ہی وہ ڈیڈی کا انتظار کرنے لگی اور پتا نہیں کیا بات تھی کہ صبح سے دوپہر ہو گئی وہ خود آئے نہ فون آیا جس سے وہ خاصی متوحش سی ہو کر جانے کیا کیا قیاس کرنے لگی۔ خالہ جان نے اس کی بے چینی دیکھتے ہوئے ایک دوبار کہا کہ وہ فون کر کے معلوم کرتی ہیں لیکن اس نے انہیں روک دیا اور اپنا دھیان بٹانے کے لیے ان سے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگی۔ چار بجے کے قریب جب اسے کافی وقت گزرنے کا احساس ہوا تب ڈیڈی بھی آ گئے۔ ان کے چہرے پر کوئی غیر معمولی تاثر نہیں تھا جس سے وہ نتیجتاً کچھ قیاس کرتی۔ البتہ ان کے اکیلے آنے پر اس کی چھٹی حس الارم بجانے لگی تھی۔ پھر بھی اس نے فوراً کوئی سوال نہیں کیا اور ان کے بیٹھنے کے بعد پوچھنے لگی۔

"آپ کے لیے چائے لاؤں ڈیڈی؟"
"ابھی نہیں بیٹا!" ڈیڈی اسے جواب دے کر خالہ جان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے۔ "مجھے تو بہت فخر تھا کہ میری بیٹی اپنوں میں ہے لیکن یہاں تو خون ہی سفید ہو گئے ہیں۔ آپا کو اور کوئی رشتہ یاد ہی نہیں صرف نہیال کی ساس بن کر بات کر رہی ہیں اور وہ بھی اس طرح جیسے ہماری ان کے سامنے کوئی حیثیت کوئی حقیقت نہ ہو۔ کہتی ہیں چھوڑ جاؤ بیٹی کو یہاں ہم اسے برداشت کر لیں گے اور اسے بھی ہمارا احسان سمجھو ورنہ ایسی لڑکیوں کو۔"

ڈیڈی اس کی موجودگی کی وجہ سے خاموش ہو گئے
"تم نے کیا کہا؟" خالہ جان نے پوچھا تو ڈیڈی گہری سانس کھینچ کر رہ گئے جس سے ان کی بے بسی ظاہر ہو رہی تھی۔ تب اس نے قریب ہو کر ان کا ہاتھ تھام لیا۔

"ڈیڈی! اگر آپ کہیں گے تو میں چلی جاؤں گی پھوپھو کے گھر۔"
"نہیں بیٹا!" ڈیڈی فوراً" بولے "میں نہیں میں صاف انکار کر آیا ہوں کہ وہ اگر اپنی تنگ نظری پر نادم ہو کر آئیں گے تب بھی میں تمہیں نہیں بھیجوں گا تم میرے ساتھ چلو گی۔"
"ناروے۔" اس نے حیران ہو کر دیکھا۔
"ہاں میں نے تمہاری ممی سے فون پر بات کی ہے انہوں نے بھی یہی کہا ہے کہ میں تمہیں ساتھ لے کر

آؤں۔" ڈیڈی کے حتمی انداز پر خالہ جان تشویش سے بولیں۔

"اس طرح تو معاملہ اور بگڑ جائے گا۔"
"اس کے یہاں رہنے سے بھی ٹھیک نہیں ہو گا اور جو سلوک انہوں نے نہیال کے ساتھ کیا ہے اس کے بعد میں اسے دوبارہ وہاں بھیجنا ہی نہیں چاہتا اگر آذر کو بیوی کا خیال ہو گا تو اسے وہیں آنا ہو گا ناروے میں بیٹھ کر دوں گا اسے وہاں پر۔ یہاں تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" ڈیڈی کا انداز ہنوز تھا۔ "تم تیاری کرو بیٹا تمہارا پاسپورٹ کہاں ہے؟"
"ظاہر ہے وہیں ہو گا۔ یہاں تو یہ تن کے تین کپڑوں میں آئی تھی۔" اس کے بجائے خالہ جان نے کہا تو ڈیڈی کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد کہنے لگے
"ٹھیک ہے میں وہاں سے پاسپورٹ لے لوں گا اور کوئی اپنا سامان تمہیں لینا ہو تو بتا دو۔"
اس نے آہستہ سے نفی میں سر ہلایا اور اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئی اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے گو کہ وہ خود بھی متنفر تھی اور طے تھا کہ جب تک آذر اس کی پارسائی کا یقین کر کے اس کے پاس نہیں آئے گا وہ اس گھر میں نہیں جائے گی لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ وہ یہ ملک ہی چھوڑ جائے۔ پتا نہیں ڈیڈی نے غصے میں یہ فیصلہ کیا تھا یا انہیں اس میں اس کی بہتری نظر آئی تھی۔ وہ بہرحال خوش نہیں تھی اور اس نے سوچ لیا کہ اب جب ڈیڈی اسے ساتھ لے جانے کی بات کریں گے تو وہ انہیں منع کر دے گی لیکن اگلے روز جب ڈیڈی آئے تو ان کے چہرے پر تھکن' آزردگی اور محسوس کیا جانے والا دکھ تھا جس سے وہ اپنے آپ میں ندامت محسوس کرنے لگی کہ اس کی وجہ سے انہیں توہین آمیز رویوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور مزید ان کی کسی بات سے اختلاف کر کے وہ انہیں اور دکھ نہیں دے سکتی تھی اس لیے ان کے ساتھ جانے پر آمادہ ہو کر پوچھنے لگی۔

"میرا پاسپورٹ مل گیا ڈیڈی! اب جانا ہے۔"
"تمہیں ابھی کچھ دن یہیں رہنا ہو گا بیٹا کیونکہ آذر نے تمہارا پاسپورٹ ضائع کر دیا ہے البتہ میری سیٹ کنفرم ہو گئی ہے آج رات گیارہ بجے کی فلائیٹ ہے میں انشاء اللہ ایک ہفتے میں تمہارا پاسپورٹ اور ٹکٹ بھی بھجوا دوں گا۔ تم کسی بات کی فکر نہیں کرنا۔ جتنے دن یہاں ہو خوش رہو اور اپنی خالہ جان کی خدمت کرو۔"

ڈیڈی نے کہا تو وہ ان کی پہلی بات سے ہی کچھ اطمینان سے ہو گئی تھی اس لیے مسکرا کر بولی۔
"خالہ جان تو مجھے چائے تک نہیں بنانے دیتیں۔ بالکل مہمان سمجھتی ہیں حالانکہ اتنے دنوں سے میں رہ رہی ہوں ان کے پاس۔"
"ہوں!" ڈیڈی غالباً" کچھ اور سوچنے لگے تھے جبھی ہوں کی آواز نکال کر رہ گئے تو اس نے خالہ جان کو دیکھا اور ان کے اشارے پر وہاں سے اٹھ گئی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

وہ جانتی تھی ڈیڈی اپنے کہنے کے مطابق ایک یا زیادہ سے زیادہ دو ہفتے میں اس کا پاسپورٹ اور ٹکٹ بھجوا دیں گے پھر اسے ہر صورت جانا ہو گا اور وہ ابھی بھی کشمکش میں تھی۔ پتا نہیں ڈیڈی نے آذر کو اس کے ناروے جانے کا بتایا تھا یا نہیں اسے یہ بھی معلوم نہیں تھا اور وہ اپنے طور پر سوچ رہی تھی کہ جب آذر کو معلوم ہو گا تو وہ ضرور اسے روکنے کی کوشش کرے گا۔ ایک کوشش تو وہ اس کا پاسپورٹ ضائع کر کے کر ہی چکا تھا اور لاشعوری طور پر وہ اس کی اگلی کوشش کی منتظر تھی کہ شاید وہ آ جائے اپنے کیے پر نادم ہو کر یا اس کی محبت میں اس وقت وہ اسی نہج پر سوچ رہی تھی کہ خالہ جان ٹوکتی ہوئی کہنے لگیں۔
"کیوں اپنے دماغ پر بوجھ ڈالتی ہو۔ اس طرح تو صحت خراب ہو جائے گی تمہاری۔ ہنسا بولا کرو۔"
"ایک بات پوچھوں خالہ جان؟" وہ ان کی بات ان سنی کرتی ہوئی بولی۔
"ضرور پوچھو۔"
"اگر میرے پاسپورٹ اور ٹکٹ سے پہلے آذر آ گئے مجھے لینے تو۔" وہ ادھوری بات چھوڑ کر سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی تو خالہ جان نفی میں سر ہلاتی ہوئی

بولیں۔
"وہ نہیں آئے گا بیٹی!"
"فرض کریں۔"
"کیا فرض کروں۔ جب اس نے ناتا ہی توڑ دیا۔"
خالہ جان نے ایک دم نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا لیکن اسے بڑی زور کا دھچکا لگا تھا۔
"کیا۔ کیا کہا آپ نے۔ ناتا توڑ دیا اس نے کیسے؟ بتائیں ناں خالہ جان کیا کہا ہے اس نے؟" وہ ان کا بازو جھنجھوڑنے لگی۔
"طلاق دے دی ہے اس نے تمہیں۔" خالہ جان جیسے بہت مجبور ہو کر بولی تھیں اور وہ سنانے میں آ گئی۔
"کیا کریں بیٹی! سب نصیب کی بات ہے۔ خیر تم اسے جی کا روگ نہ بناؤ۔ اللہ سلامت رکھے تمہارے ماں باپ کو تمہارے لیے کوئی کمی تھوڑی ہے۔" خالہ جان اب اسے تسلی دینے لگی تھیں اور اس کی آنکھیں جل تھل ہو گئیں۔
"ناتا ہی روؤ نہیں۔" خالہ جان نے اس کا سر اپنی گود میں رکھ لیا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔
"میں تو سجیلہ آپی کی شادی میں آئی تھی اور شاید ایک بہانہ تھا اصل میں تو میرے نصیب میں یہ سب لکھا تھا اور کاتب تقدیر کے لکھے کو کون ٹال سکتا ہے۔" اسی رات بہت رو چکنے کے بعد اس کی سوچیں اس رخ پہ نکلیں تو اس نے سب کے قصور معاف کر دیے لیکن اپنی قسمت سے وہ ابھی بھی شاکی تھی کہ اس نے تو کبھی کسی کا برا نہیں سوچا تھا پھر اس کے ساتھ ایسا کیوں ہوا۔
"شاید غائز احمد۔" اس کے ذہن میں اچانک جھماکا ہوا تھا اور پھر اس کا دل ڈوبنے لگا کہ کہیں یہ اس کوتاہی کی سزا تو نہیں اور پھر اس نے اس خیال کو جھٹکنے کی بہت کوشش کی لیکن اسے کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ شدت گریہ اور رات دیر تک جاگنے کے باعث صبح اس کی آنکھیں سرخ اور سوجی ہوئی تھیں۔ چہرہ بھی مرجھایا ہوا تھا اور سب کو معلوم تھا اس لیے کسی نے ٹوکا نہیں البتہ اس کا دھیان بٹانے اور بہلانے کے لیے [illegible]

لی اور سارا دن اس کے ساتھ کیرم کھیلتے رہے شام ہوئی تو ساحل پر جانے کا پروگرام بنا لیا اور گو کہ اس کا بالکل دل نہیں چاہ رہا تھا لیکن وہ سمجھ رہی تھی کہ سب اس کی دلجوئی کی خاطر یہ سب کر رہے ہیں اس لیے اس نے منع نہیں کیا اور کافی حد تک خود کو سنبھال بھی لیا کہ وہ اگر کسی کو کچھ دے نہیں سکتی تو پریشانی کا سبب بھی کیوں بنے۔
یوں ساحل پر سورج ڈوبنے تک وہ بھابھی کے ساتھ گیلی ریت پر ٹہلتی اور انہیں اپنی ناروے کی دوستوں کے قصے سناتی رہی پھر پلے لینڈ میں تونی کے ساتھ جھولے پر بھی بیٹھی۔ واپسی میں احمد بھائی چائنیز لے گئے اور وہاں سے نکلتے ہی اس نے طارق روڈ سے آئس کریم کھانے کی فرمائش کر ڈالی۔ اس وقت اسے خود نہیں معلوم تھا کہ اس کے منہ سے طارق روڈ کیوں نکلا جب احمد بھائی گاڑی پارک کر کے اتر گئے تب ان کے پیچھے دیکھتے ہوئے اسے اپنا یہاں آنا سمجھ میں آیا تھا۔ بھابھی پتا نہیں کیا کہہ رہی تھیں اس نے سنا ہی نہیں اور انہیں "ابھی آتی ہوں" کہتی ہوئی فوراً اتر کر اس دکان کی طرف چل پڑی جہاں ایک بار اس نے غائز احمد کو دیکھا تھا۔ وہاں ابھی بھی کوئی بڑے سے ڈیپ فریزر کے اندر جھکا غالباً آئس کریم نکال رہا تھا۔ وہ شیشے کے کاؤنٹر پر ہاتھ جما کر اسے دیکھنے کی کوشش کرنے لگی۔ کچھ دیر بعد جب وہ سیدھا ہو کر پلٹا تو اس کا زور زور سے دھڑکتا ہوا دل ڈوب گیا اور کچھ مایوسی سے اس کی نظریں دکان کے اندر ادھر ادھر بھٹکنے لگیں۔
"جی بی بی آپ کو کیا چاہیے۔" سیلز مین نے کسٹمر سے فارغ ہو کر اس سے پوچھا تو بے اختیار اس کے ہونٹوں سے گہری سانس خارج ہوئی اور پہلے نفی میں سر ہلایا پھر خیال آنے پر رک کر پوچھنے لگی۔
"وہ غائز احمد نہیں آئے آج۔"
"کون غائز؟" سیلز مین سرسری انداز میں پوچھ کر کسٹمر کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔
"وہ کمنیں وہ یہاں کام کر رہے تھے۔" اسے پکار کر کہنا پڑا۔

"سوری۔ میں نہیں جانتا۔ ادھر سے معلوم کر لیں۔" سیلز مین نے کاؤنٹر کی طرف اشارہ کیا تو اس نے آ کر جلدی جلدی غائز احمد کا حلیہ بتا کر اس کے بارے میں پوچھا۔
"وہ تو چھ آٹھ مہینے پہلے یہاں تھا۔ پھر غالباً" اسے جاب مل گئی تھی تو وہ یہاں سے چھوڑ گیا۔ کاؤنٹر پر بیٹھے منیجر نے بتایا تو وہ مایوسی سے میں گھر کر بولی۔
"کچھ اتا پتا، میرا مطلب ہے کہاں جاب ملی تھی انہیں؟"
"شاید اسٹیل مل۔" منیجر نے یقین سے نہیں کہا تھا پھر بھی وہ دل ہی دل میں اسٹیل مل کا ورد کرتی ہوئی واپس آئی تو احمد بھائی چھوٹتے ہی بولے۔
"بیٹا! کچھ لینا تھا تو مجھ سے کہتیں۔"
"اسٹیل مل کہاں ہے؟" جو بات اس کے اندر تھی وہی زبان پر آ گئی۔
"اسٹیل مل۔" احمد بھائی حیران ہوئے۔ "خیریت وہاں کیا کام ہے۔"
"بتاؤں گی۔" وہ کہہ کر گاڑی میں بیٹھ گئی۔
پھر گھر آتے ہی وہ احمد بھائی کو غائز احمد کے بارے میں بتا کر ان کی منتیں کرنے لگی کہ وہ اس کے بارے میں اسے معلوم کر کے دیں۔ کیونکہ جانے سے پہلے وہ ایک بار پھر اس سے معافی مانگنا چاہتی ہے اور اگر وہ ایسا نہ کر سکی تو اسے ناروے جا کر بھی چین نہیں آئے گا اور وہ اپنی زندگی میں آنے والی ہر مشکل ہر آزمائش کو اسی واقعے سے منسوب کرتی رہے گی۔ جس پر احمد بھائی نے اس سے وعدہ کر لیا لیکن اسے سمجھانے سے بھی باز نہیں رہ سکے کہ اسے اس واقعے کو خود پر طاری نہیں کرنا چاہیے اور وہ کیا کرتی ہمیشہ سے ایسی ہی نرم دل تھی ورنہ یہ سوچ سکتی تھی کہ غائز احمد کی وجہ سے اس کی زندگی تباہ ہوئی وہ اگر پہلی بار ہی معاف کر کے اسے احساس جرم سے نکال لیتا تو دوبارہ اسے اس کے پاس جانے کی نوبت ہی نہ آتی۔ لیکن اس کے برعکس وہ ابھی بھی خود کو قصوروار سمجھ رہی تھی اور اس نے سوچ لیا کہ اگر احمد بھائی اس کے بارے میں معلوم کرنے میں ناکام ہو گئے تو وہ پھوپھو کے گھر فون کر کے

ان سے یا انیلا سے کہہ کر اسے بلوائے گی۔ گو کہ اس سے اس کی پوزیشن مزید خراب ہونے کا ڈر تھا لیکن اب اسے اس کی پروا نہیں تھی۔ پھوپھو اور ان کے گھر والے کچھ بھی سمجھتے رہیں وہ جب زندگی کی بازی ہار چکی تھی تو پھر باقی کیا رہ جاتا تھا۔
بہرحال تیسرے دن احمد بھائی اسے غائز احمد کے آفس کا نمبر تھماتے ہوئے بولے تھے۔
"میں نہیں سمجھتا کہ اس شخص کے دل میں تمہارے خلاف کوئی بغض ہو گا پھر بھی تم چاہو تو اپنا اطمینان کر لو۔"
اور وہ یہی چاہتی تھی۔ اس لیے اگلے روز احمد بھائی کے آفس جانے کے بعد جب بھابھی معمول کے کاموں میں مصروف ہو گئیں تو وہ لابی سے ٹیلی فون سیٹ اٹھا کر ڈرائنگ روم میں آ بیٹھی اور نمبر ڈائل کرتے ہوئے اپنے ذہن میں وہ الفاظ دہرانے لگی جو اسے غائز احمد سے کہنے تھے۔
"ہیلو!" ادھر سے چوتھی بیل پر ریسور اٹھایا گیا تھا۔
"جی مجھے غائز صاحب سے بات کرنی ہے۔ میں ان کی۔" وہیں پر اٹک گئی اور اچھا ہوا ادھر جو بھی تھا اس نے نوٹس نہیں لیا اور ہولڈ کرنے کا کہہ دیا پھر چند لمحوں بعد اس کی آواز سنائی دی تھی۔
"ہیلو کون؟"
"میں ہوں نیہال۔" اس نے بہت سنبھل کر ابھی اسی قدر کہا تھا کہ ادھر سے وہ بول پڑا۔
"اب اور کیا چاہتی ہیں آپ۔ گھر سے تو نکلوا چکی ہیں اب کیا آفس سے بھی نکلوائیں گی اگر ایسا کوئی ارادہ ہے تو خدارا پہلے یہ بتا دیجیے کہ میں نے کیا بگاڑا ہے آپ کا۔ کس جنم کی دشمنی کا بدلہ لے رہی ہیں آپ مجھ سے۔"
"آپ۔ آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔" وہ اس کی باتوں سے پریشان ہو کر بولی۔
"غلط نہ صحیح میں کچھ نہیں سمجھنا چاہتا۔"
ادھر اس نے ریسور پٹخ دیا تو وہ کتنی دیر یونہی بیٹھی رہ گئی۔ پھر ریسیور رکھ کر دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا کہ ابھی ایک جرم کی معافی ملی نہیں اور دوسرا سر پہ ڈال دیا

گیا تھا۔
"تمہاں!" کتنی دیر بعد خالہ جان اسے پکارتی ہوئی آئیں تو وہ اسی طرح سر ہاتھوں میں تھامے بیٹھی تھی۔
"کیا ہوا بیٹی! طبیعت تو ٹھیک ہے؟" خالہ ایک دم تشویش میں مبتلا ہو گئیں۔ اس کے پاس بیٹھ کر اس کا سر اپنے سینے سے لگایا تو وہ بے اختیار رو پڑی۔
"میری وجہ سے وہ بھی گھر سے نکالا گیا خالہ جان۔ اس کا تو کوئی قصور نہیں تھا۔"
"کون؟ کس کی بات کر رہی ہو۔" خالہ جان نے الجھ کر پوچھا تو وہ اور شدت سے رونے لگی، ساتھ بے ربط بول رہی تھی۔
"میں تو پھر ممی ڈیڈی کے پاس چلی جاؤں گی۔ اس کا تو اور کوئی نہیں ہے۔ بالکل اکیلا ہو گیا وہ۔ کوئی اپنا نہیں اس کا۔"
"بیٹا! میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔ خدا کے لیے رونا بند کرو۔ میرا دل بیٹھا جا رہا ہے۔" خالہ جان کو اس کے رونے سے گھبراہٹ ہو رہی تھی اسے چپ کراتے کراتے تھک گئیں لیکن اس کے آنسو تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے تب انہوں نے بہو کو پکار کر پانی منگوایا اور زبردستی گلاس اس کے ہونٹوں سے لگا دیا پھر تھوڑا پانی ہاتھ میں لے کر اس کے منہ پر ڈالا اور پکارتی ہوئی کہنے لگیں۔
"نہ جی کو روگ لگاؤ بلکہ شکر کرو کہ ان ظالموں سے چھٹکارا مل گیا ورنہ ساری زندگی سسکتی رہتیں۔" اس نے ایک بار خالہ جان کو دیکھا پھر صوفے کے بازو پر سر رکھ کر لیٹ گئی اور آنکھوں پر بازو رکھ لیا جیسے سونا چاہتی ہو اور خالہ جان بھی کچھ سمجھ کر بھابھی کو اشارا کرتی ہوئی اٹھ کر چلی گئیں۔
اور اسے نیند کہاں آنی تھی اس کے دل میں تو اس حماں نصیب کے لیے درد جاگ اٹھا تھا جو بالکل تنہا ہو گیا تھا اور اس کا ذمہ دار بھی خود کو ٹھہراتے ہوئے وہ اپنے لیے سزا تجویز کرنے لگی تھی۔
دوپہر میں بھابھی کھانے کے لیے اٹھانے آئیں تو کہ اسے بھوک بالکل نہیں تھی لیکن خالہ جان کی پریشانی کا خیال کر کے اٹھ گئی۔
شام میں احمد بھائی آئے تو اس کی آزردگی محسوس کرتے ہوئے آؤٹنگ پر لے جانے کے لیے تیار ہو گئے لیکن انہیں اس نے صاف منع کر دیا ایک تو واقعی اس کا کہیں جانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا دوسرے نہیں چاہتی تھی کہ سب اپنے کام چھوڑ کر اس کی دلجوئی میں لگے رہیں کہ پھر وہ مہمان سے بلائے جان ہو جائے اور یہ بات اس نے صاف گوئی سے کہہ بھی دی جس پر احمد بھائی بہت ناراض ہوئے تو اس نے فوراً اچھی سی چائے بنا کر انہیں منا بھی لیا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

اگلے روز صبح ہی ڈیڈی کا فون آ گیا اور جب انہوں نے کہا کہ وہ آج ہی اس کا پاسپورٹ اور ٹکٹ بھیج رہے ہیں تو وہ جو کل سارا دن اور رات میں بھی اپنے لیے سزا سوچتی رہی تھی۔ ایک دم سے فیصلہ کر کے کہنے لگی۔
"آپ بے شک میرا پاسپورٹ بھیج دیں ڈیڈی! لیکن ٹکٹ کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میں اب یہیں رہوں گی پاکستان میں۔"
"کیوں؟" ڈیڈی نے ناگواری سے پوچھا۔
"کیونکہ میرے دل پر بڑا بوجھ ہے ان گناہوں کا جو جانے یا انجانے میں مجھ سے سرزد ہوئے اور ان کی معافی کے بغیر میں وہاں نہیں آ سکتی۔ آپ پلیز مجھے یہیں رہنے دیں۔" اس کی اتنی عاجزی پر ڈیڈی قدرے نرم پڑ گئے۔
"تم سے کوئی گناہ نہیں ہوا بیٹا! میں تمہیں کیسے سمجھاؤں۔ لو اپنی ممی سے بات کرو۔"
اور ممی کی ہر بات کے جواب میں وہ یہی کہتی رہی کہ "اسے یہیں رہنے دیں اگر اس کے ساتھ زبردستی کی گئی تو وہ مر جائے گی۔" تب بہت مجبور ہو کر ممی نے اسے اجازت دے دی تھی۔
اور اگلے روز سے وہ اخبار میں "ضرورت ہے" اشتہار دیکھنے لگی۔ جس پر خالہ جان نے اعتراض کیا تو وہ ان کے ساتھ تمام کرنے لگی۔
"منع نہیں کریں خالہ جان! میں اگر ناروے جاتی تو وہاں بھی کچھ کرتی کیونکہ خالی بیٹھے رہنے سے تو میں

ذہنی طور پر مفلوج ہو جاؤں گی۔ آپ یہ مت سمجھیں کہ میں خود کو بوجھ تصور کر رہی ہوں ایسا بالکل نہیں ہے۔"
"لیکن بیٹا! تمہاری پھوپھو کو پتا چلے گا تو وہ کتنی باتیں بنائیں گی۔"
"ان کی بات نہیں کریں۔" اس نے فوراً ٹوک دیا اور خالہ جان کو راضی کرنے کے بعد پھر سے اخبار دیکھنے میں لگ گئی۔

♥ ♡ ♡ ♥

اسے جاب مل گئی تو پھر دوسرے مہینے وہ گرلز ہاسٹل میں شفٹ ہو گئی اور اس کے لیے اسے ممی ڈیڈی سے کہلوانا پڑا تھا کیونکہ خالہ جان اور احمد بھائی تو بالکل بھی اس بات کے حق میں نہیں تھے اور ابھی بھی ایسا نہیں تھا کہ اس نے خود کو بوجھ سمجھا ہو بلکہ یہ اس کی اپنے لیے سزا تھی کہ جیسے غازی احمد اکیلا ہو گیا تھا تو وہ بھی ساری محبتوں سے دور اس وقت تک اکیلی رہے گی جب تک وہ شخص اس کے لیے معافی کا اعلان نہیں کر دے گا اور اس کے لیے وہ گاہے بگاہے اسے فون کرتی رہتی تھی لیکن ادھر اول تو وہ فون اٹینڈ ہی نہیں کرتا تھا اور اگر اتفاق سے کبھی لیتا تو اس کی آواز سنتے ہی بند کر دیتا تھا۔ جس سے اس کے اندر مجرمانہ احساس مزید بڑھتا جا رہا تھا کہ وہ واقعی قصوروار ہے جب ہی تو وہ اس کی آواز تک نہیں سننا چاہتا۔
کتنے دن، ہفتے، مہینے گزر گئے وہ صبح آٹھ بجے آفس کے لیے نکلتی تو پھر شام چھ بجے اس کی واپسی ہوتی اس کے بعد وہ اور کہیں جانے کے قابل ہی نہیں رہتی تھی اور جو ہاسٹل میں دوسری لڑکیاں تھیں ان کے ساتھ بھی اس نے کوئی زیادہ ربط نہیں رکھا تھا۔ بس ڈائننگ ہال میں سرسری انداز میں سب کے ساتھ ہیلو ہائے کر لیتی۔ حالانکہ وہ ہمیشہ سے بہت محبت کرنے والی اور دوست بنانے میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھی۔ لیکن یہاں وہ مجبور تھی جو سزا اس نے اپنے لیے تجویز کی تھی اس کی معافی تک اسے تنہائی کے دکھ جھیلنے تھے۔ چھٹی کے دن کتنی بار احمد بھائی اسے لینے آئے لیکن وہ اپنے ہفتہ بھر کے جمع شدہ کاموں کا بہانا کر کے انہیں ٹال دیتی اور اب تو انہوں نے بھی آنا چھوڑ دیا تھا۔ بس فون پر خیر خیریت معلوم کر لیتے۔ ظاہر ہے ہر بات کی ایک حد ہوتی ہے۔ وہ جب خود ہی اتنی پابند ہو کر رہ گئی تھی تو پھر کوئی کہاں تک اس کا ساتھ دیتا۔
اس وقت وہ احمد بھائی کا فون اٹینڈ کر کے واپس اپنے کمرے میں آئی تو ایک دم یاد آیا کہ اسے جوتے اور سوئٹر لینا ہے۔ کیونکہ سردی کی لہر اچانک آئی تھی اسے یاد ہی نہیں رہا تھا کہ کراچی کا موسم یوں اچانک بدلتا ہے ورنہ پہلے سے انتظام کر رکھتی۔ سارا سامان تو اس کا پھوپھو کے گھر ہی رہ گیا تھا اور اگر وہ چاہتی تو وہاں سے لا سکتی تھی اپنی ایک ایک چیز لیکن وہ اس گھر کے کسی فرد کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی اس لیے اس نے کبھی ادھر جانے کا سوچا ہی نہیں۔ بلکہ وہ تو دعا کرتی تھی کہ کبھی سرِ راہ بھی کوئی نظر نہ آئے۔ بہرحال جوتے اور سوئیٹر کا خیال آتے ہی وہ اسی وقت کپڑے تبدیل کر کے چل پڑی۔ قریبی مارکیٹ بھی ہاسٹل سے تین چار اسٹاپ کے فاصلے پر تھی اور اب تو وہ عادی ہو گئی تھی کوئی کام مشکل نہیں لگتا تھا۔
البتہ اکیلی لڑکی کو خصوصاً "مارکیٹ میں لوگ جن نظروں سے دیکھتے تھے اس سے وہ بہت پریشان ہوتی تھی۔ اس لیے کسی شدید ضرورت کے تحت ہی مارکیٹ جاتی تھی۔ ابھی اس کی اہم ضرورت جوتے تھے کیونکہ سینڈل کل بس سے اترتے ہوئے ٹوٹ گئی تھی اور اب آنے والی کل آفس جانے کے لیے اس کے پاس اور کوئی سینڈل بھی نہیں تھی۔ اس لیے وہ پہلے شوز کی دکان میں داخل ہو گئی اس کے بعد سوئیٹر خرید کر نکلی تو چند قدم کے بعد اس کا سامنا سجیلہ آپی سے ہو گیا۔ اس نے خاموشی سے گزر جانا چاہا لیکن انہوں نے نہ صرف اس کا راستہ روک لیا بلکہ اسے گلے سے بھی لگا لیا تھا۔
"کیسی ہیں آپ؟" اس نے رواداری سے پوچھا۔
"تم سناؤ۔ یہاں کیسے نظر آ رہی ہو۔ مجھے تو امی نے بتایا تھا کہ تمہیں ماموں جان اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔" سجیلہ آپی کی بات کا اس نے کوئی جواب نہیں

دیا تو ایک لمحہ توقف سے وہ خود ہی کہنے لگیں۔
"تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا، اس کا مجھے بہت افسوس ہے۔ آذر کو طلاق نہیں دینی چاہیے تھی۔ اگر میں اس وقت وہاں موجود ہوتی تو اسے کبھی ایسا نہ کرنے دیتی کیونکہ قصور تمہارا نہیں غائر احمد کا تھا جس نے تمہیں۔"
"آذر جیسے شقی القلب انسان کے چنگل سے نکالا اور اس کے لیے میں تا عمر اس کی احسان مند رہوں گی۔" وہ فوراً ان کی بات کاٹ کر کہتی ہوئی تیز تیز قدموں سے چل پڑی تھی۔
پھر رات دیر تک وہ اپنے آپ پر جھنجلاتی رہی۔ غصہ بھی آ رہا تھا کہ اس نے سجیلہ آپی کو کچھ کہنے کا موقع ہی کیوں دیا۔ گو کہ وہ شروع سے باقی سب گھر والوں سے مختلف تھیں۔ لیکن تھیں تو اسی گھر کی فرد جب ہی تو اس سے ہمدردی بھی یوں جتا رہی تھیں جیسے واقعی اس سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہو۔
"ٹھیک ہے یونہی سہی۔ جو وہ سمجھتے ہیں، سمجھتے رہیں۔ مجھے کیا۔" وہ بڑی مشکل سے خود کو سمجھا پائی تھی۔
صبح جب ڈائننگ ہال سے ناشتا تیار ہونے کی بیل بجی تب اس کی آنکھ کھلی تو وہ ہڑبڑا کر بستر سے نکل آئی۔ ڈائننگ ہال میں جانے کا وقت نہیں تھا کیونکہ ساڑھے سات ہو چکے تھے۔ ناشتا کرتی تو آفس سے دیر ہو جاتی جبکہ ابھی تیار بھی ہونا تھا۔ ورنہ روزانہ اس وقت تک وہ تیار ہو چکی ہوتی پھر پندرہ منٹ میں آرام سے ناشتا کر کے وہیں سے نکل جاتی اور اب اتنے وقت میں تیار ہونا مشکل تو نہیں تھا لیکن بوکھلاہٹ میں سب کام لٹے ہو رہے تھے اور کل جو جوتے لائی تھی اس کا ڈبہ نے رکھا ہوا نظر نہیں آ رہا تھا۔ آخر میں اس کی ش میں پریشان ہو رہی تھی کہ دروازے پر دستک کی ے مزید جھنجلا کر بولی۔
"کون ہے آ جاؤ۔"
"السلام علیکم۔" وہ بیڈ کے نیچے جھانک رہی تھی کہ ردانہ آواز پر اچھل کر سیدھی ہوئی اور سامنے غائر و دیکھ کر یک لخت ساکت ہو گئی تھی۔
"شاید میں غلط وقت پر آیا ہوں لیکن۔" وہ مضبوط قدموں سے چلتا ہوا اس کے قریب آ کر رک گیا پھر ایک اچٹتی نظر کمرے پر ڈال کر بولا۔
"بیٹھنے کو نہیں کہیں گی؟"
اس نے بہت کوشش کی کہ اسے بیٹھنے کا اشارا ہی کر دے لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ تو غائر احمد نے یوں گہری سانس کھینچی جیسے وہ اگر اس کی آمد پسند نہیں کر رہی تب بھی وہ فوراً "نہیں جائے گا۔ پھر ایک نظر اس کی پوری کھلی آنکھوں میں جھانک کر کہنے لگا۔
"کہاں سے شروع کروں؟ اس رات سے جب آپ میرے پاس آئی تھیں یا اس سے بھی پہلے سے گو کہ آپ کو میری داستان حیات سے کوئی دلچسپی ہو گی نہ سروکار پھر بھی میں آپ کو ضرور سناؤں گا اور آپ کو سننی پڑے گی۔"
وہ اسے پابند کر کے قدرے بے نیازی سے ٹہلتا ہوا کھڑکی کے پاس جا کھڑا ہوا اور اسے کھول کر کچھ دیر باہر دیکھنے کے بعد اس کی طرف پلٹ کر کہنے لگا۔
"وہ گھر جہاں میرے تایا تائی یعنی آپ کی پھوپھو جان کا قبضہ ہے وہ میرے دادا کا ہے اور دادا نے اپنی زندگی ہی میں اسے اپنے دونوں بیٹوں کے نام کر دیا تھا۔ میرے والد گورنمنٹ ملازم تھے اور ہر سال دو سال بعد ان کی ٹرانسفر کبھی اس شہر کبھی اس شہر ہوتی رہی کراچی میں بہت کم عرصہ رہے۔ شاید اپنی زندگی کے آخری دو سالوں میں۔ اس وقت دادا انتقال کر چکے تھے اور تایا جی نے کہہ دیا کہ اس گھر میں میرے والد کا کوئی حصہ نہیں۔ جس پر میرے والد نے کوئی زیادہ احتجاج نہیں کیا تھا۔ ایک تو اس لیے کہ وہ بڑے بھائی کا بہت لحاظ کرتے تھے دوسرے انہیں یہ خیال بھی تھا کہ وہ بیٹیوں والے ہیں۔ لیکن تایا جی نے ہمارا کوئی خیال نہیں کیا یعنی جب میرے والد اچانک دل کے عارضے میں مبتلا ہو کر انتقال کر گئے تو تایا جی نے ازراہ ہمدردی بھی مجھے اور اماں کو اپنے ساتھ چل کر رہنے کو نہیں کہا تھا۔ جبکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ ہمارے پاس کوئی ٹھکانا تھا نہ آمدنی کا کوئی ذریعہ میں اس وقت انٹر میں پڑھ رہا تھا۔ بہرحال میری اماں کی منتوں کا تو ان پر کوئی اثر نہیں

ہوا لیکن جب لوگ ملامت کرنے لگے تب انہوں نے ہمیں اس شرط پر انیکسی میں رہنے کی اجازت دے دی کہ میں تعلیم چھوڑ کر جلد سے جلد کسی کام سے لگ کر اپنا الگ انتظام کر لوں گا۔
اور میں ضرور ایسا ہی کرتا اگر جو وہ گھر واقعی صرف تایا جی کا ہوتا، انہوں نے اپنی محنت سے بنایا ہوتا۔ پھر بھی میرا مستقل وہاں رہنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا اور نہ یہ خیال کہ میں اس میں اپنی شراکت کا دعوا کروں گا لیکن انہیں شاید بلکہ یقیناً "یہی خدشہ تھا اس لیے وہ جلد سے جلد ہمیں وہاں سے نکالنا چاہتے تھے اور اس کے لیے انہوں نے بہت غلط طریقہ اختیار کیا کہ لوگوں میں مجھے آوارہ، اوباش، نکما اور جانے کیا کیا مشہور کرنے لگے جس سے مجھے بھی ضد ہو گئی کہ میں جب تک اپنی تعلیم مکمل کر کے اچھی جاب حاصل نہیں کر لوں گا اس گھر سے نہیں نکلوں گا اور میں نے اماں کو بھی سمجھا دیا لیکن وہ بیچاری تائی جی کی بدزبانی و بدکلامی سے خائف رہتی تھیں۔"
وہ چند لمحوں کے لیے خاموش ہو کر اسے دیکھنے لگا اور اس کے نظریں جھکانے پر چونک کر مزید گویا ہوا۔
"پھر ایک لڑکی کی آمد ہوئی تو ہمیں خصوصاً" اماں کو تائی جی کی روز روز کی بک بک سے نجات مل گئی۔ پتا نہیں تائی جی کا ہماری طرف سے دھیان ہٹ گیا تھا یا وہ اس لڑکی سے اپنی اصلیت چھپانا چاہتی تھیں بہرحال ہم ماں بیٹے نے بہت عرصے بعد سکون کا سانس لیا تھا اور اس کے لیے میں اس لڑکی کا شکر گزار تھا جو نرم ہوا کی مانند کبھی دستک دے کر اور کبھی بنا دستک لیے چلی آتی تھی اور جتنی معصوم تھی اتنی ہی بے خبر اسے پتا ہی نہیں چلا کہ اس کی نرم دستک پر کتنے دروازے کھلتے تھے۔
وہ اپنی دھن میں جیسے آئی ویسے چلی بھی گئی۔ مجھے اس کے جانے کا اتنا دکھ نہیں تھا جتنا اس بات کا کہ وہ ان لوگوں سے ناتا جوڑ بیٹھی تھی جن میں انسانیت، شرافت یہاں تک کہ مروت بھی نام کو نہیں تھی۔ جبکہ وہ بڑی محبت کرنے والی حساس لڑکی تھی۔ میں اکثر یہ سوچ کر پریشان ہو جاتا تھا کہ ان ظالموں کے ہاتھوں
اس کی معصومیت تار تار نہ ہو جائے اور ایسا کچھ دیکھنے سے پہلے میں وہاں سے نکل جانا چاہتا تھا اس کے لیے میں نے جاب کی کوششیں تیز تر کر دیں اور میں نے اماں سے بھی کہہ دیا تھا کہ اب وہ یہاں سے چلنے کی تیاری کریں اور انہوں نے واقعی تیاری کر لی کہ جب میں جاب ملنے کی خوشخبری لے کر آیا وہ اسی وقت اپنے سفر پر روانہ ہو گئیں۔
اس وقت کچھ دیر کو مجھے بھی یہ خیال آیا تھا کہ اس لڑکی نے اماں کا خیال نہیں کیا ہو گا لیکن میں زیادہ دیر اسے الزام نہیں دے سکا کیونکہ میں جانتا تھا کہ اسے اماں کے پاس آنے سے روکنے والے کتنے ظالم ہیں اور ان ظالموں کے لیے میرے دل میں اتنی نفرت بھر گئی تھی کہ جب تیسرے دن وہ لڑکی مجھ سے اپنی کوتاہی کی معافی مانگنے آئی تو اس وقت میں اسے صرف آذر کی بیوی کی حیثیت سے دیکھ رہا تھا۔ جب ہی مجھے

اس کے رونے تڑپنے پر ایک گونہ سکون محسوس ہو رہا تھا اور میں چاہتا تھا کہ آذر آ کر دیکھے کہ اس کی بیوی اس شخص کے قدموں میں بیٹھی ہے جسے وہ ہر مقام پر ذلیل کرتا رہا ہے اور اس سے پہلے کہ میں اپنی اس خواہش کے ہاتھوں مغلوب ہوتا وہاں سے نکل گیا تھا۔ پھر جب اپنے اندر کے تلاطم کو دبا کر واپس آیا تو وہ نہیں [illegible]

اس کے بعد وہ ایک رات کے دوسرے پہر آئی تو میں بہت پریشان ہو گیا تھا۔ اپنے لیے نہیں اس کے لیے کہ اگر کسی کو خبر بھی ہو گیا تو اس پر زندگی تنگ ہو جائے گی اور وہ جانتی نہیں [illegible] یہ ساری باتیں سوچ کر آئی تھی یا جانتی ہی نہیں تھی کہ آدھی رات کو ایک لڑکی کا گھر سے نکلنا کیا قیامتیں لے آتا ہے خواہ وہ کسی نیک مقصد سے ہی کیوں نہ نکلے۔ میں بہرحال اس قیامت کا تصور کر کے یوں سناٹے میں آیا تھا کہ اس کی کوئی بات سنی ہی نہیں اور اسی وقت گھر سے نکل گیا۔ اگر ذرا سا بھی میں اپنے حواسوں میں ہوتا تو کہہ دیتا اس سے کہ اماں کی موت کی ذمہ دار وہ نہیں ہے۔ میں ایسا نہیں سوچتا پھر بھی اگر اس کے دل پر کوئی بوجھ ہے تو معاف کرتا ہوں۔ لیکن میں یہ سب نہیں کہہ سکا اور صبح جب یقین ہو گیا کہ وہ احمق لڑکی میرے رویے سے مایوس ہو کر دوبارہ ادھر نہ آنے کا تہیہ کر چکی ہو گی تب واپس گیا تو آگے آذر اور تائی جان منتظر تھے۔ جنہوں نے مجھے گیٹ سے اندر بھی داخل نہیں ہونے دیا تھا اور جو الزام مجھ پر لگایا اس سے میں سمجھ گیا کہ اس لڑکی پر کیا بیتی ہو گی۔ لیکن اس پر تو کچھ زیادہ ہی یعنی طلاق کا تو میں نے گمان بھی نہیں کیا تھا اور نہ ہی مجھے معلوم ہو سکا بلکہ میں نے کوشش ہی نہیں کی تھی۔

پھر کچھ وقت گزرنے کے بعد اس کے فون آنے لگے تو میں قصداً اس سے بات کرنے سے گریز کرتا رہا تاکہ مایوس ہو کر وہ یہ سلسلہ بند کر دے اسی لیے کہ اگر آذر کو معلوم ہو گیا تو پھر اس کے لیے اور مشکل ہو گی۔ اپنے طور پر میں اسے مشکل سے بچاتا رہا کہ کہیں آذر کوئی انتہائی قدم نہ اٹھا لے اور یہ تو مجھے کل ہی معلوم ہوا ہے کہ وہ یہ قدم پہلے ہی اٹھا چکا ہے۔ کل جب آپ مارکیٹ میں سجیلہ سے بات کر رہی تھیں تو اتفاق سے میں وہیں ایک شوکیس کے پاس کھڑا تھا۔ اس کے بعد آپ چلی گئیں تو میں نے سجیلہ سے سارے حالات سنے تھے اور اسی سے آپ کی خالہ جان کا ایڈریس لیا اور پھر وہاں سے یہاں تک آیا ہوں۔ بظاہر تو یہ سفر اتنا طویل نہیں ہے لیکن۔"

وہ جانے کیوں خاموش ہو گیا لیکن نظریں اسی پر جمی تھیں جن کی تپش اس کے احساسات پر بھی برف پگھلائے دے رہی تھی اور جب وہ نروس ہونے لگی تو غیر محسوس طریقے سے اپنا رخ موڑ گئی اور گھڑی دیکھ کر اپنے آپ سے بولی۔

"اف! اتنی دیر ہو گئی۔"

"بالکل نہیں۔" وہ مضبوط قدموں سے چلتا ہوا اس کے مقابل آ گیا۔ "ٹھیک وقت پر آیا ہوں بس اب اور دیر نہیں کرنی۔ چلو میرے ساتھ۔"

"کہاں؟" وہ قدرے پریشان ہو گئی۔

"کہاں کا کیا مطلب؟ کیا تم نے مجھ سے یہ نہیں کہا تھا کہ تم ہر سزا کے لیے تیار ہو تو میں تمہارے لیے عمر قید کے سارے انتظام کر کے آیا ہوں۔ تمہاری خالہ جان کے گھر ٹھیک گیارہ بجے تمہارے ممی ڈیڈی کا فون آئے گا اور وہ میری تجویز کردہ سزا پر رضامندی کا اظہار کر کے مجھے وہ سارے اختیار سونپ دیں گے جنہیں استعمال کر کے میں تمہیں [illegible]"

وہ شریر مسکراہٹ ہونٹوں میں دبائے بولے جا رہا تھا اور وہ جو پہلے پریشان تھی پھر حیران ہوئی اور آخر میں اس کے معنی خیز جملوں پر ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر مسکرائی تھی۔